POETRY

کوزۂ فکر

سفیر صدیقی

کوزۂ فکر

سفیر صدیقی

روتا ہے دل حیات کے افلاس پر سفیرؔ!
اک جان تنگ ہوگئی انفاس پر سفیرؔ!
اس کے ہر ایک گوشے کا تم لے لو جائزہ
بکھری ہے زندگی مری قرطاس پر سفیرؔ!

Kooza-e-Fikr (Poetry)
by 'Safeer' Siddiqui

arshia publications
arshiapublicationspvt@gmail.com
ISBN 978-93-81029-42-6
9 789381 029428
+91 9971-77-5969
www.arshiapublications.com
arshiapublicationspvt@gmail.com
A for Arshia Publications

کوزۂ فکر

سفیرؔ صدیقی

عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی ۹۵

کوزۂ فکر

سفیرؔ صدیقی

© سفیرؔ صدیقی

نام کتاب : **کوزۂ فکر**
مصنف و ناشر : سفیرؔ صدیقی
رابطہ : محبوب چھپرہ، سیوان، بہار
موبائل : +91 7033703962
کمپوزنگ : سفیرؔ صدیقی
سنہ اشاعت : 2017
قیمت : ₹350/-
مطبع : پرنٹ امیج، دہلی
سرورق : اظہار احمد ندیم
زیر اہتمام : عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی

ملنے کے پتے
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی-6
- کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی 011-23276526
- راعی بک ڈپو، 734، اولڈ کٹرہ، الہ آباد۔ 09889742811
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
- بک امپوریم، اُردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ-4
- کتاب دار، ممبئی۔ 022-23411854
- ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، حیدرآباد
- مرزا اورلڈ بک، اورنگ آباد۔
- عثمانیہ بک ڈپو، کولکاتہ
- قاسمی کتب خانہ، جموں توی، کشمیر

اس کتاب کا کوئی حصہ شاعر سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کمرشیئل استعمال خصوصاً آڈیو، ویڈیو، انٹرنیٹ وغیرہ کے لیے نہیں کیا جا سکتا، اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتِ حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

arshia publications
A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob: +91 9971775969, +919899706640 Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

میرے والدِ محترم ''صاحب حسین''

اور

میری والدہ محترمہ ''عنبری خاتون''

کے نام

احسان مند ہوں

استادِ محترم قمرؔ سیوانی صاحب کا، جنھوں

میرے ادبی سفر میں ایک مشفق باپ کی طرح

ہر قدم پر میری رہنمائی کی۔

اور

سپاس گزار ہوں

محترم جمشید اقبال شاہ، محترمہ کوثر شاہ اور

ایمان ایف۔ایم، لندن کی پوری ٹیم کا،

جن کے مالی تعاون سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

فہرست

شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا	ڈاکٹر سعدیہ بشیر	15
سفیرؔ صدیقی اور ''کوزۂ فکر''	ابنِ مفتی	22
ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی	شہناز شازیؔ	26
ہر ذرّے کے افق سے ابھرتا ہے آفتاب	ناصر خان نعمتؔ مصباحی	30
بکھری ہے زندگی مری قرطاس پر سفیرؔ!	سفیرؔ صدیقی	33

حمد

تری ہی ذات ہر اک چیز سے عیاں ہوگی	37
پھول سوکھی ہوئی شاخوں پہ کھلا دیتا ہے	38

نعت

خوبرو تم سا کوئی خدا را نہیں	39
بروزِ حشر خاطی دل کا واحد آسرا تم ہو	40
دلِ مضطر کی خواہش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن	42
حضور چشمِ کرم کیجیے خدارا اب	44
مجھ کو اک بار مدینے میں بلایا جائے	45
شفیع تم سا بروزِ جزا کوئی بھی نہیں	47
مکاں کی قید سے آگے بڑھے حضور مرے	48
شیدا ہے دل یہ گلشنِ ہستی کے پھول کا	49
جہاں خیر الوریٰ کا آستاں ہے	51
آپؐ کی مدحت کے باعث ہم کو گویائی ملی	52
عقیدتوں کی مری جستجو مدینہ ہے	54
زباں سے مدحتِ خیر الانامؐ ہو جائے	56

ہوگئی خوش نما یہ فضا، مرحبا 58
ان پہ خالق کا ہے احسان، رسولِ عربی 60
چلو! آؤ! نبی کے ذکر کی محفل سجاتے ہیں 61
چڑھ گیا ہے مرے سر پہ ساقی! پاک طینت خمارِ مدینہ 63
باغِ فردوس کی کلیوں کا خزینہ کیا ہے 65
اے عشق اپنی جان محمدؐ پہ وار دو 67
حضورِ روضۂ شاہِ دوام کہہ دینا 69
سرکارؐ کی آمد ہو فضا ہوش ربا ہو 71
جہاں میں جتنے چمن تھے وہ مشکبار ہوئے 72
یہ تشنگیِ شوق بڑھا کیوں نہیں دیتے 74
سکونِ قلبِ مضطر اس جگہ ہنستا نظر آیا 76
اے حسنِ باکمال! تجھے دیکھنے کے بعد 78

غزلیں

سامنے سب کے مسکرانے میں 80
رفتہ رفتہ کسی طرح پھر سے اپنی دنیا بسا رہا ہوں میں 81
بسی ہے خشکی مرے رخ پہ تازگی کی طرح 82
نہ تیری دشمنی اچھی نہ میرا انتقام اچھا 83
ہر ایک سمت صنم عشق کی صدائیں کیوں 85
مت پوچھ مری حالت کیسی ہے وفا کر کے 87
لوگ رکتے نہیں آتے ہیں گزر جاتے ہیں 88
یہ خوش نما سی باتیں، یہ مہربانیاں کیوں 89
گلشن کو خزاؤں سے بچانے کے لیے آ 90
پابستۂ غمام ہے بھیگی ہوئی یہ رات 92
جا شوق سے جانا ہے اگر، تجھ کو روا ہے 94

میں نے ہر شام سے ڈھلنے کا طریقہ سیکھا 95
نفرتوں سے تو ہے بہتر عشق تڑپائے تو کیا 96
ترا ہی ذکر ہمیشہ زبان پر ہے ابھی 98
کہیں سے ڈھونڈ کر لاؤ اسی برسات کو پھر سے 99
لمحہ لمحہ بدل رہا ہوں میں 101
صبرِ دل ان کو آزمانا تھا 103
خودی سے اب میں غافل ہو گیا ہوں 105
اک نیا رنج نئے روپ میں آیا پھر سے 107
تری غیرت جو خفتہ ہے اگر بیدار ہو جائے 109
کیا بتائیں تمھیں آخر کہ کہاں تک پہنچے 110
مصیبت سے مرا رشتہ کچھ ایسا یار ہو جائے 111
زہے نصیب کوئی بدنصیب ہوتا ہے 112
حسن کیسا بھی ہو وہ فانی ہے 113
سسک رہی ہے محبت، چلو ذرا دیکھیں 114
دل سے یہ جوشِ جنوں ہوش پہ چڑھ جائے تو 116
اب محبت کے مکاتب کو سنبھلنا ہوگا 117
میں دردِ محبت کی دوا ڈھونڈ رہا ہوں 119
میں کون ہوں مرا نام و نشان ہے کہ نہیں 121
یقین و عزم کا پختہ مکان لے کے چلو 122
جہانِ شوق میں اک بے کلی سی رہتی ہے 124
زندگی کچھ تو آرزو دیدے 125
میری سانسوں کو مکر جانے دو 126
کبھی میرے در پہ بھی آ، تجھے حالِ دل سناؤں 128
حالاتِ دل ہیں مجھ کو پریشاں کیے ہوئے 130
بغور دیکھیے کالی گھٹا نہیں ہوں میں 132

دل کی ویران حویلی کو بسانا چاہا 134
تِری شراب میں ساقی کوئی کمال نہیں 135
دل نہ ہو مخزنِ اسرار، یہ اچھا تو نہیں 137
ہاں! زندگی اداس ہے، کافی اداس ہے 139
ڈگر کیسی بھی مشکل ہو میں آسانی سے نکلوں گا 141
کیا بتاؤں حالِ دل، غم خوار رہنے دیجیے 142
کچھ حسیں خواب میں سجاتا ہوں 144
وقت سے ہم گِلہ نہیں کرتے 146
گلوں پہ اشک بہاتی اک اور شام گئی 147
ہوا میں ڈال کے خنکی اک اور شام گئی 148
حسین صبح بھی تم، تاروں بھری رات بھی تم 149
ڈوبے ہیں ہوش مند بھی تیرے خمار میں 151
بلادِ عشق پہ سکہ جما رہا ہے کیا؟ 152
گمراہ کر کے مجھ کو وہ رہبر چلا گیا 154
بے سبب کرتے نہیں شکوہ یوں زمانے سے 155
تیری بگڑی ہوئی ادا ہو لوں 156
ابھی تک کشمکش میں ہوں کہ کن حالات پر لکھوں 157
زمین کیا ہے، زمان پکڑو 159
پھر آج میں نے محبت کی آرزو کر لی 160
قلم اٹھاؤں کہ رکھ دوں کوئی تو سمجھائے 161
گلشن کا ہر رنگ مٹایا جا سکتا ہے 162
دل مچل جاتا ہے جب شام گزر جاتی ہے 164
موت کو ہم بھلائے بیٹھے ہیں 166
نگاہِ شوق میں حسن و جمال تیرا رہا 168
زندگی کا ہم سے اکثر روٹھ جانا یاد ہے 170

امواجِ تغزل کی روانی کے لیے تھے 172
غم ترا لفظ سے جس وقت سنور جائے گا 174
سر میرے حوصلے کا قلم کر سکی نہ موت 176
بات کیا ہے کہ کلی قیدیِ تنہائی ہے 177
میری ہر سعی پر خطا ٹھہری 179
کیا بتائیں آپ کو اس عشق کی بربادیاں 180
جبّۂ شوق میں پیوند لگایا جائے 181
کسی گل سے شاید خطا ہو گئی ہے 183
خوشی کے مرض کی دوا ہو گئی ہے 184
عشق! تڑپا نہ ہمیں ورنہ بکھر جائیں گے 186
محفلِ درد سے اٹھ جاؤں، یہ منظور نہیں 188
وہ ایک شخص جو یہ سائبان چھوڑ گیا 190
زندگی خود زندگی سے ایسی انجانی ہوئی 192
اک کلی ہے گلشنِ آفاق میں کھلتی ہوئی 194
روتا ہے دل حیات کے افلاس پر سفیرؔ! 196
متاعِ جاں کو لٹانے کے بعد آئے ہیں 197
جب بھی وہ بام پہ آئیں تو غضب ہوتا ہے 198
محفل میں کوئی دکھ نہ اٹھانا پڑا ہمیں 199
جو مٹ چکے کتاب سے وہ حاشیے بھی دیکھ 201
آنکھوں میں جو میری تو کاجل کی طرح ہوگا 202
گلابِ گلشنِ دل رنگ لانا بھول جاتے ہیں 203
یہ رنج کا گلشن ہے، تنہائی کا ہمدم ہے 205
ایک اک نقش ترا دل سے مٹائیں گے کبھی 207
دل ہے اک بیگانہ مجھ میں 208
آپ ایسے نقاب سے نکلے 210

اے عشق! ترا قلب میں آنا نہیں اچھا 212
آرزوؤں کی نظر میں بے زباں ہے زندگی 214
لبِ فسردہ پہ روٹھی ہنسی سجانے میں 216
دبی دبی، اڑی اڑی، دکھی دکھی رہی یہاں 218
نہ جانے کیسی کشش عشق کے خمار میں ہے 220
چلے آئے دنیا سے حیران ہو کر 221
ترا خمار نکل جائے آرزو لے کر 222
عشق پر کوئی تہمت لگا دیجیے 223
کچھ ایسے حادثات سے دوچار ہو گئے 225
رنگیں مزاج دہر کے ابرار ہو گئے 227
زندگی جس پہ ایستادہ ہے 229
اس نیند کا زندان ہٹا کر دیکھو 231
اے مرے دردِ تم کیا سے کیا ہو گئے 232
آنکھ سے آنسو اگر کوئی اتر جائے تو 233
تیری بگڑی ہوئی ادا ہیں ہم 234
ہمیشہ راہِ مشکل کی طرف فنکار جاتا ہے 236
لٹ گئے ہم متاعِ جگر سے، عشق کو آزمانے کے باعث 238
محبت اگر خود محبت کرے گی 239
پھول جو موسمِ خزاں کے ہیں 241
ستم تو ترکِ تعلق کے شاخسانے تھے 243
حق نہیں وعدہ کسی گلفام کا 244
بن گیا ہوں میں مکاں ابہام کا 246
راز ہی راز کو دغا دے گا 248
اجڑ چکا تھا جو گلشن، سجا رہا ہے کوئی 249
آرزوؤں کا دل جلانا ہے 250

مجھ کو بھی دلبری کا وہ فن سکھانا پاگل! 252
سہانی رت ہے موسم دل نشیں لا جام دے ساقی 254
فائدہ میری جہالت کا اٹھا کر لے گئے 255
میری ہستی ہے کسی اور سے منسوب، نہ مانگ 257
کر دیا حال مے نے کیا میرا 259
آنکھ ہے پھر سے گہر بار، مجھے پینے دے 261
آرزوؤں کا مقبرہ کیا ہے 263
وہ میرے حال سے تھے بے خبر نہیں آئے 265
مری خامشی کا مجھ کو یہ حسیں صلہ دیا ہے 267
یہاں نہ چھیڑیے بدرِ کمال کی باتیں 269
اب بادۂ خودی سے مرا انحراف ہے 271
ڈھونڈتے کیوں ہیں آپ آسانی 272
لعل و گہر کا ٹکڑا نہیں چاہیے مجھے 274
وہ آج کر کے متاعِ جگر نثار آیا 275
کون کہتا ہے کہ ناشاد کرے گی دنیا 277
اس خوب رو و بال سے غافل نہیں رہا 278
کر گئی نوکِ سناں تاثیر، پھر کھینچی تو کیا 279
بجھانے آرزو کی پیاس پروانے کہاں جائیں 280
یہ کس نے کہہ دیا ساقی! کہ مے خانہ نہیں اچھا 281
زمیں پہ ہم نے فلک کا خمیر دیکھا ہے 283
با چشمِ اشکبار غزل کہہ رہا ہوں میں 285
گلستانِ تمنا کو بیاباں کر دیا ہم نے 287
یہ کیسا بل ہے ماتھے پر یہ کیسی کج ادائی ہے 289
ٹھہر ٹھہر کے مری التجا نے دستک دی 291
اس قدر چڑھ گیا نشہ پاگل 293

چراغ بھی تو بہت بے قرار ہوتا ہے 295
سیدھے رستوں پہ ڈگمگائے لوگ 297
لو چراغوں کی ہوا کو تند خو کرنے لگے 299
بزمِ سخن میں جھوم کے سب سے کہنے لگی یہ رات غزل کی 301
خواہشوں کا قتال کیا ہوگا 303
سجاؤ جام و سبو کی محفل، خرد پہ کردو جنون طاری 305
جانبِ سوزِ جگر جانے کو جی چاہتا ہے 306
دل پر نشہ چڑھا ہے ترے بادہ خانے کا 308
خوابوں کے سبزہ زار میں ویرانے کیوں نہیں 309
تم سے نظر ملائے زمانے گزر گئے 311
مخملی احساس ہیں تنہائیاں 313
جنوں کی محفل میں آ گئے ہو، تو عشق کو بے لگام کرلو 314
سوزِ دل پر جب گری بارش کی بوند 316
سکوں جب نہ اس در پہ تجھ کو ملے گا 318
صدی کی عمر لیے ہر گھڑی گزرتی ہے 320
نہ اتنی بے رخی کرتے پگھل جاتے تو اچھا تھا 322
غموں کی گہری سیاہ راتیں 324

خراجِ محبت

ایک ہیں مرجعِ افراد قمرؔ سیوانی 326
دشتِ دل کا گلال ہیں شازیؔ 327
متفرقات 329-334

• • •

شاعری بھی کام ہے آتشؔ مرصع ساز کا

ڈاکٹر سعدیہ بشیر

لاہور، پاکستان

اردو شاعری بالخصوص غزل اپنی عمیق وسعت کے باوصف عالمی ادب کے تناظر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ولیؔ دکنی سے لے کر عہدِ حاضر تک کے تمام غزل گو شعرا نے بڑے انہماک اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ غزل کی روایت کو آگے بڑھایا اور یہ مضبوط و مستحکم روایت اپنا کامیاب سفر طے کرتی ہوئی سفیرؔ صدیقی کے ہاتھوں بڑی کامیابی کے ساتھ پروان چڑھ رہی ہے۔ فی زمانہ شاعر کہلوانا تو بہت ہی آسان ہے لیکن اچھی اور معیاری شاعری کرنا مشکل ہے۔ معیاری شاعری ایک ایسا فن ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ آتش نے کہا تھا ؎

شاعری بھی کام ہے آتشؔ مرصع ساز کا

سفیرؔ صدیقی بلاشبہ مرصع ساز ہے جس نے کم عمری میں الفاظ کو ہی نہیں افکار کو بھی سلیقے سے فلٹر کرنا سیکھ لیا ہے۔ معیاری شاعری کا تعلق صرف شعر کے حسن و قبح سے نہیں مواد و خیالات کی ترتیب اور سلیقے سے بھی ہوتا ہے جس سے سفیرؔ بخوبی واقف ہے ؎

شعر افکار کی اونچائی کو کہتے ہیں سفیرؔ!
کوئی شاعر نہیں بن جاتا غزل گانے سے

سفیرؔ صدیقی ایک ذہین اور پرمغز شاعر ہے جو اپنے منفرد اسلوب کے ساتھ ''کوزۂ فکر'' میں جلوہ افروز ہے۔ اس شعری مجموعے کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ کی رعنائیوں کے

ساتھ نعت گوئی کے ارفع مقام کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ سفیرؔ صدیقی کی نعتیہ شاعری میں رسالت مآب ﷺ کی مدحت کا کوئی نہ کوئی اچھوتا پہلو ضرور سامنے آجاتا ہے۔ نعتیہ اسلوب جس احترام اور مرتبے کا تقاضا کرتا ہے، سفیرؔ نے اس کا حق کما حقہ ادا کیا ہے۔ چند نعتیہ اشعار دیکھیے ؎

وہاں کا ذرّہ ذرّہ رکھتا ہے مہتاب کا درجہ
وہاں رحمت کی بارش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

؎

پھنسا ہے میرا سفینہ تلاطمِ غم میں
سوائے آپ کے کوئی نہیں سہارا اب

؎

میں گنہ گار بھی ہو جاؤں گا حقدارِ خلد
میرا لاشہ جو مدینے سے اٹھایا جائے

نیز یہ شعر بھی دیکھیں ؎

مجھے مدینے میں رہنے دو قدسیو! تا حشر
سنا ہے خلدِ بریں ہو بہو مدینہ ہے

سفیرؔ کی کتاب ''کوزۂ فکر'' کے مطالعے سے پہلے ہی اس کے بہت سے اشعار میری نظروں سے گزرے اور ٹھہر گئے۔ یہ انداز ایک بامروت، پروقار اور روادار انسان کا تھا جس کا قد ہر مصرع میں نظر آتا ہے۔ اس نے صرف قافیہ ردیف کی گرہیں نہیں لگائیں بلکہ نہایت خوبی سے کئی باتوں کی عقدہ کشائی بھی کی ہے ؎

دِیے جب بجھ گئے تو ساقیا! آدابِ محفل میں
چراغوں کی جگہ گر آپ جل جاتے تو اچھا تھا

اور یہ انداز بھی ملاحظہ ہو ؎

صرف پتھر کی بنائی ہوئی مورت ہی ملی
اک خدا ڈھونڈنے جس شہرِ بتاں تک پہنچے

سفیرؔ کے ہاں طویل اور مختصر دونوں بحروں میں یکساں روانی ہے۔ اگر اسے انفرادیت نہیں کہا جا سکتا تو فن پر عبور تو ضرور ہے۔ اسلوب میں تنوع ہے اور سب سے بڑی کامیابی اپنی بات کو نہایت سادگی اور صاف دلی سے بیان کرنا ہے۔ مگر انداز گھسا پٹا نہیں۔ ایک انفرادیت ہے جو شاعر کا قد متعین کرتی ہے ؎

خامشی بے بسی نہیں میری، یہ تو طوفاں کا پیش خیمہ ہے
مجھ کو جانا ہے آسماں سے پرے، اپنی ہمت جٹا رہا ہوں میں

دل میں کیا ہے یہ کوئی کیا جانے، اس میں رہتا ہے رنج پوشیدہ
لوگ پڑھتے ہیں ظاہری چہرہ، اس لیے مسکرا رہا ہوں میں

اور یہ بھی دیکھیں ؎

عذابِ قبر، سوال و جواب، حشر و حساب
مجھے تو موت بھی لگتی ہے زندگی کی طرح

سفیرؔ! تیری انا نے شکست مان لی کیا
کھڑی ہے سامنے میرے وہ بے بسی کی طرح

سفیرؔ کے ہاں کھلی آنکھ کے مناظر ہیں۔ وہ معاشرتی تناظر میں کردار کی گتھیاں سلجھاتا ہے اور ان تصویروں کو اجاگر بھی کرتا ہے جو ازل سے چلی آرہی ہیں اور کئی معاشروں میں دھندلی ہیں اور کئی مقامات پر جگمگاتی سچائی بن جاتی ہیں ؎

امیرِ شہر کے شفاف مرمریں گھر میں
تباہ شکلِ سیادت، چلو ذرا دیکھیں

دلوں سے کھیلنا بچوں کا کھیل کیسے بنا
یہ کیسے بدلی روایت، چلو ذرا دیکھیں

سفیرؔ کو انسانی کردار کی پرکھ ہے اور اس کے ہاں سمجھوتہ نظر نہیں آتا۔ وہ سچائی کو ڈرامائی انداز میں سامنے لاکر چونکاتا نہیں بلکہ دھیمے سے سامنے لا کھڑا کرتا ہے جیسے وہ ہمیشہ سے یہیں موجود ہو۔ اس معاملے میں سفیرؔ کا ردعمل نہایت معتدل اور متوازن ہے۔

بڑی الجھن ہے، دونوں غیرتِ خفتہ کے حامل ہیں
شریفوں پر لکھوں یا پھر کسی بدذات پر لکھّوں

اگر تاریخ لکھنی ہو مجھے ان رہنماؤں کی
نہ لکھّوں ظلم پر تو کون سی خدمات پر لکھّوں

اور یہ تلخ حقیقت بھی اس کے ہاں سوالیہ نشان ہے۔

سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ضمنِ قومِ مسلم میں
عروجِ قوم پر لکھّوں کہ میں اوقات پر لکھّوں

سفیرؔ کو جہاں ایک طرف اس معاشرتی خلا اور بنجر پن پر دکھ ہے وہیں وہ انسانی سیرت و کردار میں خودغرضی کے جراثیم بھی دیکھتا ہے جو جدیدیت کے ساتھ در آئے ہیں۔

بہتر ہے کہ کچھ اور نئے رشتے بنالوں
میں اپنے لیے کوئی سزا ڈھونڈ رہا ہوں

اور یہ شعر۔

پھر آج چل رہی ہیں عداوت کی آندھیاں
رشتوں کی زندگی کو ہراساں کیے ہوئے
قدموں میں جس کے ڈال دی دنیا کی ہر خوشی
وہ بِک رہا ہے عشق کو ارزاں کیے ہوئے

نفاست اور روانی سفیرؔ کے اشعار کی جان ہے۔ سہل ممتنع کی کئی خوبصورت مثالیں ''کوزۂ فکر'' میں بند ہیں۔

اپنے تو روز ڈھاتے ہیں شام و سحر ستم
غیروں سے چوٹ کھائے زمانے گزر گئے

مسجد میں جاکے سر تو جھکاتے ہیں روز لوگ
سجدے میں دل جھکائے زمانے گزر گئے

۔

فرقتوں کے جاں گسل لمحات میں
الفتوں کی آس ہیں تنہائیاں

اور یہ شعر بھی دیکھیں۔

کسی نے سولی پہ ٹانگ دی ہیں
محبتوں کی گواہ راتیں

سفیرؔ کے قلم میں بہت برداشت ہے یہ کسی بھی موقع پر طوفان نہیں اٹھاتا، نہ ہی کسی منظر نامے کو سیاہ کرتا ہے۔ اس کی شاعری تفہیم اور اداسی کی ملی جلی کیفیت کا بیان ہے جہاں پل پل رنگ بدلتے ہیں مگر منظر نامہ اور کینوس ایک ہی رہتا ہے۔ یہی نظریۂ اعتدال انسانی ذات کو گم راہ نہیں ہونے دیتا۔

مِری بستی اجڑتی جارہی ہے
میں صحراؤں کا حامل ہو گیا ہوں

میں بھٹکا اس قدر منزل سے اپنی
کہ گمراہوں کی منزل ہو گیا ہوں

سفیرؔ کے دکھ درد بھی بڑی شان وشوکت کے حامل ہیں لہذا ان کا رتبہ بھی کسی طور کم نہیں ہوتا۔

کہتا تھا جس کو شہر کا ہر شخص غم گسار
حالاتِ غم سنائے تو ہنس کر چلا گیا

مشہور تھا جو شہر میں دل جوئی کے لیے
قصہ مِرا سنا تو قلندر چلا گیا

سفیرؔ آدابِ محبت سے بھی ناواقف نہیں وہ ذات کے ہر پہلو کی منظر کشی پر عبور رکھتا ہے۔ کائناتی شعور کا ادراک، انسانی کردار کے مختلف پہلو، انسانی نفسیات کی عقدہ کشائی، بے نیازی، سادگی اور خاص طور پر غنائیت اور روانی سفیرؔ کی غزلوں کے خاص رنگ ہیں۔ اللہ کرے موضوعات کی یہ رنگینی بڑھتی جائے اور ہم مختلف رنگوں کی دھنک سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ کچھ اشعار جو شاعر کے اسلوب کی جھلک ہیں۔

چند لمحوں میں لٹ گیا سب کچھ
عشق کہنے کو جاودانہ تھا

تیری خاموشی کے دم پر آگئے گھر تک عدو
لٹ گیا جب آشیاں، شمشیر پھر کھینچی تو کیا

شاید کہ شمعِ عشق کی سوزش کا ذائقہ
پروانۂ خیال کے قابل نہیں رہا

شاید کہ موت توڑ گئی کاسۂ حیات
دل دھڑکنوں کے بوجھ کا حامل نہیں رہا

سفیرؔ! آؤ دکھائیں تم کو جہانِ دل کے تباہ گوشے
کہاں سے اٹھتا ہے دردِ الفت، کہاں سے ہوتی آہ وزاری

سفیرؔ ابھی خود چھوٹا ہے لیکن اس کے الفاظ اور خیالات پختہ ہیں۔ مجھے یقینِ واثق ہے کہ شاعری کے اس سفر میں سفیرؔ ان شاء اللہ بلندی اور کامیابی کے زینے طے کرتا رہے گا اور بہت جلد ادبی دنیا میں اپنی ایک معتبر شناخت بنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سعدؔیہ بشیر
اردو لیکچرار، لاہور کالج
برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

سفیرؔ صدیقی اور ''کوزۂ فکر''

ابنِ مفتی
ہیوسٹن، یو۔ایس۔اے

میں تواتر اور تسلسل سے پاکستان کے معروف اور اب تو جن کا نام نامی ہندوستان کے دبستان میں بھی لیا جانے لگا ہے، کے نام سے فی البدیہہ طرحی مشاعروں کا انعقاد کرتا ہوں۔ میری مراد سید عبد الستار مفتی میموریل عالمی فی البدیہہ طرحی آن لائن فیس بک مشاعرہ سے ہے۔ایک دن مجھے اس میں شمولیت کی ایک درخواست موصول ہوئی۔نام بھی بڑا خوب صورت اور منفرد تھا۔''سفیرؔ صدیقی''۔اس کے اشعار پڑھ کر میں عش عش کر اٹھا، اس کی پروفائل کو دیکھا تو پایا کہ سفیرؔ کوئی لگ بھگ سترہ اٹھارہ سال کا خوش شکل، جواں سال اور خوب رو شاعر ہے۔ وہ غزل میں اپنی دنیا، اپنی فکر کے ساتھ اپنی موجودگی کا احساس دلانے میں کامیاب ہے۔اس نے اس مشاعرے میں قابلِ قدر غزلیات کہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ سفیرؔ کے اندر دنیائے ادب میں اپنی جگہ آپ بنانے کے تمام گوہر موجود ہیں۔

''کوزۂ فکر'' سفیرؔ صدیقی کی پہلی کتاب ہے جو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔اس میں اس نے نادر ترکیبات، تشبیہات اور استعارات کا بہترین استعمال کیا ہے۔سفیرؔ نے نعتِ مصطفیٰ ﷺ اور حمد باری تعالیٰ میں بھی خوب جوہر دکھائے ہیں، بلکہ بعض شعر تو سہلِ ممتنع محسوس ہوتے ہیں۔ذرا یہ شعر دیکھیے تو آپ بھی مرے ہم آواز ہو جائیں گے اور بارگاہِ ربی میں اس کا یہ شعر آپ کو بھی داد و تحسین پر مجبور کر دے گا۔

تو جانتا ہے مری زندگی کا رازِ نہاں
تو جانتا ہے مری موت کب، کہاں ہوگی

اسی طرح نعتِ رسولِ محتشم ﷺ کا یہ شعر بھی دیکھیے۔

اے حبیبِ خدا! مالکِ دو جہاں
جو تمھارا نہیں وہ ہمارا نہیں

اور صنعتِ تعلیل کا یہ شعر دیکھیے۔

یہ عشقِ مصطفیٰؐ کا نشہ ہے، حلال ہے
ساقی! نہیں خمار یہ جامِ فضول کا

نیز ایک شعر میں ملتِ اسلامیہ کو سفیرؔ نے یہاں بہت خوب صورت اور پتے کی بات پہنچانے کی کوشش کی ہے، وہ مسئلہ جس سے ساری امت نبرد آزما ہے مگر تا حال کامیابی اس کے قدم نہیں چوم سکی۔سفیرؔ نے کیا ہی آسان نسخہ بتایا ہے جس کا ہر لفظ سچائی اور راستی کی مٹی سے گندھا ہوا ہے۔

مصطفیٰؐ! آپ نے دنیا کو بتایا آ کر
عالمِ یاس میں جینے کا قرینہ کیا ہے

صنفِ غزل میں سفیرؔ صدیقی کے ہاں اس کی شب و روز کی محنتِ شاقہ نظر آتی ہے۔وہ عام الفہم قافیوں کے علاوہ بھی فکرِ تر رکھنے کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور منفرد اور یگانہ قافیے بھی استعمال کرتا ہے۔

گرمیِ شوق سے پگھلا دے مرا دردِ جگر
قربتِ یار ابھی اتنی بھی محرور نہیں
چند لمحوں میں بدل جائے مری بات کا رنگ
وعدۂ عشق کوئی قصۂ مخطور نہیں

سفیرؔ کے ہاں ردیف مشکل ہو تو اس کے کوزۂ فکر سے کچھ ایسے خیالات کی ترسیل ہوتی

ہے کہ وہی ردیف نہ صرف قاری کی توجہ حاصل کر لیتی ہے بلکہ وہی ردیف ایک خوب صورت غزل، حمد یا نعت کی شکل میں ڈھل جاتی ہے۔ مفتی علیہ الرحمہ کی ایک مشکل ردیف ''غزل کہہ رہا ہوں میں'' کو سفیرؔ نے اس قدر خوب صورتی سے نبھایا کہ کیا کہنے ؎

باچشمِ اشکبار غزل کہہ رہا ہوں میں
پھر آج سوگوار غزل کہہ رہا ہوں میں
جاؤ خزاں کو ڈھونڈ کے لاؤ مرے قریب
اے موسمِ بہار! غزل کہہ رہا ہوں میں

نیز تغزل کے جامے میں لپٹا ہوا یہ شعر آپ کو واہ واہ کرنے پر مجبور کر دے گا ؎

حسیں بناتی ہے دنیا کو بے قراری بھی
یہ کس نے تم سے کہا، زندگی قرار میں ہے

سفیرؔ صدیقی کے اشعار میں سوز و گداز کی چاشنی، غمِ فرقت کی رعنائیاں، اور شبِ وصل کی جلوہ آرائیاں بھی خوب نظر آتی ہیں اور تغزل کے تقاضوں کو نبھانے کی کاوشِ مسلسل بھی مجھے اس کے ہاں دکھائی دیتی ہے ؎

موت بھی رقص کرے جس پہ بصد ناز و ادا
زیست کے ساز پہ وہ نغمہ سنایا جائے

؎

فائدے پر عقل والے رکھتے ہیں اپنی نظر
عشق والوں کو نہیں آتا نظر سود و زیاں

اسی طرح ایک اور شعر میں آج کے حالات کی کیا خوب ترجمانی کی ہے ؎

امید جو تھی امن کی معدوم ہو گئی
شدت پسند مالک و مختار ہو گئے

شاعری کے سفر میں ہر روز آپ کچھ سیکھتے ہیں، غزل کے سمندر کے اسرار و رموز کی

معرفت کے لیے اک عمر چاہیے اور سفیرؔ کے ہاں شوق ہے، جستجو ہے اور سیکھنے کی تمنا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اشعار میں نکھار ہے جو ہر لمحہ خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔

سفیرؔ کبھی کبھی ایسے قافیے بھی استعمال کرتا ہے جو مجھے بڑے اساتذہ کے ہاں نظر نہیں آتے۔ مگر شاید ہندوستان کے شعرا کے ہاں وہ مستعمل ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اردو زبان جو ہندوستان میں بولی جاتی ہے، اس میں ان کا استعمال ہو۔ تاہم اس معاملے میں میں اپنی کم مائیگی کے اعتراف میں اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔ لیکن اس سے اس بات کا اظہار ضرور ہوتا ہے کہ سفیرؔ اردو غزل میں قافیوں کے تجرباتی گروپ کا حامی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر ان الفاظ کو کل عام العوام کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ بڑے فخر سے یہ کہہ سکے گا کہ گلشنِ ادب کی ترویج میں میرا بھی حصہ بقدرِ جثہ ہے۔ مجھے امیدِ واثق اور یقینِ کامل ہے کہ ادب کے معزز ایوانوں میں سفیرؔ کے نام کی بازگشت جلد ہی سنائی دے گی۔

آخر بصمیمِ قلب بارگاہِ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت سفیرؔ صدیقی کے مجموعۂ غزل بنام ''کوزۂ فکر'' کو قبولیت کی سند عطا کرے اور اس کے علم و عمل میں برکت دے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

نیاز کیش

سید ایاز مفتی المعروف ابنِ مفتی

ہیوسٹن، یو۔ایس۔اے
چیئرمین انجمن تقدیسِ ادب، یو۔ایس۔اے
چیئرمین عبدالستار مفتی میموریل عالمی فی البدیہہ طرحی مشاعرہ فورم
۲۱/اگست، ۲۰۱۷ء

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

شہناز شازیؔ
ممبئی، مہاراشٹر

مشہور شاعر عبیداللہ علیم کہتے ہیں کہ ’’ گلاب کس مٹی میں کھلتا ہے، اس کے لیے کون سا موسم اور کیسی فضا درکار ہے، اس پر بہت گفتگو ہوسکتی ہے مگر اس کی خوشبو کا تعین ممکن نہیں۔ شاعری کا بھی یہی احوال ہے۔ یہ انسانی وجود کی ایک ایسی خوشبو ہے جسے بس محسوس کیا جاسکتا ہے‘‘۔ ایک ایسی ہی مسحور کن خوشبو کا ادراک سفیرؔ صدیقی کو کم سنی کے اس دور میں ہوا جس میں نسلِ نو کا مقصدِ حیات محض سیر و تفریح، کھیل تماشے اور دوستوں کی بزم آرائیوں سے لطف اندوز ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ سفیرؔ نے اپنے ادراک کو اپنا رہنما بنایا اور نہایت سنجیدگی سے اپنے اندر کے شاعر کی آواز کو سنا، سمجھا اور اپنی شاعری پر مکمل توجہ سے کام شروع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت جلد وہ صاحبِ کتاب شعرا کی صف میں شامل ہوگیا۔ اس کم سنی میں سفیرؔ کے کلام کی پختگی اور بلاغت دیکھ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شاعر بنیادی طور پر حساس ہوتا ہے اور یہ حساسیت اس کے مشاہدے اور تجربے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کا اطلاق تمام شعرا پر نہیں ہوتا۔ اکثر شعرا کی حساسیت ان کی اپنی ذات اور حالات تک ہی محدود رہتی ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھتی، لیکن سفیرؔ کا شمار اول الذکر لوگوں میں ہوتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کم عمری کے باوجود سفیرؔ کے یہاں شاعرانہ و مفکرانہ صلاحیتوں کی کوئی کمی نہیں ہے، شعر کی کرافٹنگ اور بندش کی چستی سفیرؔ کی شاعری کا خاصہ

ہے۔ اس کا کلام پختگی کے ساتھ شگفتگی کا احساس دلاتا ہے اور اس کی سچائی اور سادگی دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ سفیرؔ کے یہاں زبان کی نزاکتوں کے ساتھ ساتھ گفتگو کی سلاست کا ہنر بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ اس کم عمری میں اس کا مشاہدہ بھی غضب کا ہے۔ زندگی کے تلخ تجربات اور حقائق پر بھی سفیرؔ نے بڑی فطانت سے خامہ فرسائی کی ہے۔

’’کوزۂ فکر‘‘ ایک ایسا مزین گلدستہ ہے جس میں گلشن کے تمام پھولوں کے حسین رنگ اور روح افزا خوشبوئیں شامل ہیں۔ الفاظ کے انتخاب پر سفیرؔ کی گرفت خاصی مضبوط ہے۔ اس کے ہاں جذبات کی لطافت کے ساتھ ساتھ زندگی کی تلخیوں کا ذکر بھی جگہ جگہ ملتا ہے۔ وہ نہایت سہل لہجہ میں احساس کی خلش کو اپنا مرکزِ خیال بنالیتا ہے۔ اس کے ہاں تلازمہ کاری کا حسن بھی موجود ہے جو اس کے مطالعے کے ذوق کا آئینہ دار ہے ؎

مِرے خیال کی بندش کو توڑ کر نکلا
نشانِ آرزو منزل کی جستجو لے کر

سفیرؔ نے اس کم سنی میں ہی زندگی کو جس عمیق نظر سے دیکھا اور اسے اپنا موضوع بنایا وہ قابلِ ستائش ہے۔ سفیرؔ کے کچھ چیدہ چیدہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

طبیبِ وقت قاصر ہے علاجِ دردِ الفت سے
سفیرؔ شوق کے زخموں کو دکھلانے کہاں جائیں

؎

ہوش والوں کو مبارک ہو ہجوم
بے خودی کے پاس ہیں تنہائیاں

دیکھ اے دلبر! کتابِ عشق میں
زینتِ قرطاس ہیں تنہائیاں

؎

سفیرؔ! کیسے سناؤں میں حالِ دل اپنا
چلا گیا ہے کوئی طرزِ گفتگو لے کر

ے

خواہشیں روز پٹختی ہیں جبیں پتھر پر
تیرا کیا ہوگا مِرا شوق بھی مر جائے تو

اور ایک غزل کے یہ اشعار دیکھیں ے

مر گیا بے موت جب ذوقِ نظر
اب ترا آنا بھلا کس کام کا

چند لمحوں کی یہ ہلکی سی خوشی
اک لبادہ ہے غموں کے دام کا

یہ سفیرؔ بے نوا تو صید ہے
مشکلاتِ گردشِ ایّام کا

کم ہی لوگ جانتے ہوں گے کہ سفیرؔ ایک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ حافظِ قرآن بھی ہے اور یہ امر اس کی مذہب پسند طبیعت کا مظہر ہے۔ اس بات کا ادراک اس مجموعے میں شامل سفیر کی تقریباً ۲۴ نعتیں پڑھ کر ہوا۔ جہاں پختہ کاروں سے ایک نعت کہنا ہی کٹھن ہوتا ہے وہاں اس نوجوان نے بڑی سہولت سے ۲۴ نعتیں کہیں ہیں جس سے اس کی قادرالکلامی اور اس کے عشقِ رسول کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ے

بروزِ حشر خاطی دل کا واحد آسرا تم ہو
گنہ گاروں کی خاطر شافعِ روزِ جزا تم ہو

یہ قلبِ مضمحل بیمار ہے شہرِ مدینہ کا
مریضِ شوقِ دیدارِ تمنا کی دوا تم ہو

ے

واقفِ طرزِ نگارش تھا کہاں ناداں سفیرؔ
باعثِ عشقِ محمدؐ خامہ فرسائی ملی

سفیرؔ صدیقی نے اپنے اندازِ سخن سے اہلِ ادب پر اپنے ارادے بہ طریقِ احسن واضح کر دیے ہیں کہ وہ دنیائے ادب کے افق پر ایک دن ماہتاب بن کر چمکے گا۔ اس کا ذوق وشوق اور اس کے فکر کی پرواز اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب وہ اپنے اچھوتے اسلوب، موضوعات کی ندرت اور شاداب وزرخیز تخیل کی بدولت یقیناً ایک منفرد پہچان بنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔

مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ سفیرؔ صدیقی کا یہ پہلا شعری مجموعہ ''کوزۂ فکر'' باذوق قارئین کو پہلی نظر میں اپنی جانب مائل کرلے گا اور یقیناً یہ اردو ادب میں ایک بہترین اضافہ ہوگا اور اہلِ ادب اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ میرں جانب سے سفیرؔ کے شاعرانہ سفر کی کامیابی کے لیے ڈھیروں دعائیں ے

بہت چرچا ہے اہلِ علم و فن میں آج کل اس کا
گلستانِ ادب میں گل نیا اک کھلنے والا ہے

شہناز شازیؔ
ممبئی، مہاراشٹر
۲۸/اگست، ۲۰۱۷ء
بانی وسرپرستِ اعلیٰ ''قوسِ قزح ادبی فورم''

ہر ذرّے کے افق سے ابھرتا ہے آفتاب

ناصر خان نعمتؔ مصباحی

دربھنگہ، بہار

یہ سفیرؔ صدیقی کی محبت ہی ہے کہ انھوں نے میرے ذمہ یہ خوش گوار فرض دیا کہ ان کے پہلے مجموعے پر میں اپنی رائے قائم کروں۔ اب میں ان کا تعارف کیا پیش کروں کہ فنکار کا فن بذاتِ خود اس کا بہترین تعارف ہے اور تعریف وتوصیف کی بیساکھی کے سہارے منزل تک پہنچنا سفیرؔ صدیقی جیسے فنکاروں کا شیوہ نہیں۔

سفیرؔ صدیقی کے مجموعے کو پڑھنے کا موقع ملا۔ انھوں نے غزلوں کی دنیا میں لے جانے سے پہلے حمد باری تعالیٰ اور نعتِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ کا نہایت ہی پاکیزہ اور حسین گل بوٹوں کا استقبالیہ نذرانہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے جو اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔

سفیرؔ صدیقی کی تخلیقات میں خاص بات مجھے یہ نظر آئی کہ وہ لفظوں کو اس خوبی سے اشعار میں متشکل کرتے ہیں کہ ہر روز کے دیکھے بھالے واقعات بھی ایک انوکھے پن کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ سفیرؔ صدیقی ان شاعروں میں سے نہیں ہیں جو حقیقت پسندی کے نام پر واقعہ کو اس کی واقعی صورت میں قاری تک منتقل کرنے کو ہی فن کا تقاضہ سمجھتے ہیں۔ سفیرؔ جانتے ہیں کہ یہ کام تو ایک معمولی سی فکر رکھنے والا بھی کرسکتا ہے۔ فنکار کے لیے شاعری محض کچا مواد ہے جسے اپنے تخلیقی عمل سے پختگی عطا کر کے اسے اس طرح شعری پیرائے میں ڈھالنا کہ جو شے تخلیق ہو وہ ادب کی عام سطح سے اٹھ کر اپنی انفرادیت کا بھرپور احساس دلائے،

فنکار کا کام ہے۔ اور سفیرؔ صدیقی یہ کام بخوبی جانتے ہیں۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ سفیرؔ صدیقی نے اس تکنیک کو بڑی نفاست سے برتا ہے۔

سفیرؔ صدیقی کے اس پہلے مجموعے کا نام ''کوزۂ فکر'' بے حد معنی خیز ہے۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ یہ ''کوزۂ فکر'' سمندر بن چکا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس میں سمندر بننے کے آثار پائے جاتے ہیں۔ سفیرؔ صدیقی کی فکر کا یہی کوزہ ایک دن سمندر بن سکتا ہے اور ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ بالیقیں بن جائے گا اگر سفیرؔ صدیقی کی فنی صلاحیت اور ادب کے ساتھ ان کی دیانت داری موضوع کے ساتھ یوں ہی انصاف کرتی رہی۔

میں نے سفیرؔ صدیقی کی جتنی غزلیں پڑھیں ان سب میں مجھے ایک مشترک پہلو یہ نظر آیا ہے کہ ان کا مشاہدہ گہرا ہے اور زندگی سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی اپنی حسیت غزلوں میں موجِ تہ نشیں کی طرح موجزن ہے۔ سفیرؔ صدیقی کی غزلوں کے عقب سے ایک سماجی انسان ہمہ وقت جھانکتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایسا انسان ہے جس میں نفی اور اثبات آپس میں مدغم ہو گئے ہیں۔ پہلی نظر میں سفیرؔ ایسا محروم شخص ہے جو گلے کی رگیں پھلا کر احتجاج کر رہا ہے اور سراپا شکایت ہے، وہیں دوسرے لمحے وقت کی ریت سفیرؔ کے قدموں کے نیچے رک جاتی ہے اور اب اس کے داخل کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے اور وہ زندگی کو شاعر کی آنکھ سے دیکھنے اور طمانیت محسوس کرنے لگتا ہے۔ پھر یہ شخص ایک عام آدمی کی طرح باہر کے محروم لوگوں کو دیکھتا ہے اور ان کے حقوق غصب ہوتے دیکھ انقلابی فکروں کے ہم قدم چلنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

سفیرؔ صدیقی نے غزلوں کے توسط سے اپنے معاشرے کا مجسمہ تراشنے کی کوشش کی ہے۔ خود موصوف اپنے اس عمل میں کبھی رونے لگتے ہیں اور کبھی کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ سفیرؔ صدیقی ان نوجوان شاعروں میں سے ہیں جنھیں نئی نسل کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں اور جو مستقبل کے عظیم فنکار بننے کا حوصلہ اور صلاحیت دونوں کے حامل ہیں۔ موصوف کے ادبی سفر کا یہ آغاز نہایت خوش آئند ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ موصوف اپنی منزل کی طرف

کامیابی کے ساتھ گامزن ہیں۔ مستقبل میں ان سے میری بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں۔

آخرش میں یہ کہہ کر گزر جانا چاہتا ہوں کہ سفیرؔ صدیقی کے احساسات ومشاہدات کے یہ قطرے جو غزلوں کی شکل میں ''کوزۂ فکر'' میں موجود ہیں، سمندر نہ سہی سمندر کا جزو ضرور ہیں اور کون جانے کل یہی احساسات ومشاہدات پھیل کر سمندر بن جائیں۔ سفیرؔ صدیقی کا ہر شعر میرے نزدیک انتخاب ہے اس لیے سفیرؔ صدیقی کا صرف ایک بہترین شعر آپ کی نذر کر کے آپ کے اور صاحبِ کتاب کے درمیان سے گزر جانا چاہتا ہوں۔

اس کے ہر ایک گوشے کا تم لے لو جائزہ
بکھری ہے زندگی مری قرطاس پر سفیرؔ

اور عزیزم سفیرؔ صدیقی کے لیے میں اپنے جذبات کو فرازؔ کے الفاظ میں یوں ادا کرنا چاہوں گا۔

ٹپک چکا ہے بہت تیری آنکھ سے خوناب
برس چکا ہے بہت تیرے درد کا بادل
کچھ اور دیر ابھی حسرتِ وصال میں رہ
کچھ اور دیر ابھی آتشِ فراق میں جل
کسی بہار شمائل کی بات کر کہ بنے
ہر ایک حرف شگوفہ، ہر ایک لفظ کنول

دعا گو

ناصر خان نعمتؔ مصباحی

دربھنگہ، بہار

۲۰/اگست، ۲۰۱۷ء

nasirkhanrazwi3@gmail.com

بکھری ہے زندگی مِری قرطاس پر سفیرؔ!

سفیرؔ صدیقی

میرا اصل نام غلام محمد صدیقی ہے اور میری ولادت ۳۰/اگست، ۱۹۹۹ء کو سیوان، بہار کے ایک گاؤں محبوب چھپرہ میں ہوئی۔ ۲۰۱۳ء کے اوائل میں میں نے سفیرؔ صدیقی کے قلمی نام سے شاعری کا آغاز کیا۔ ابتدا میں میرا کوئی استاد نہیں تھا لیکن گزشتہ ایک سال سے استاذ الشعرا محترم قمرؔ سیوانی صاحب کی رہ نمائی میں اپنا ادبی سفر طے کر رہا ہوں۔ زیرِ نظر کتاب میں میری ۲۰۱۴ء سے لے کر ۲۰۱۶ء کے نصف اول تک کہی گئی غزلیں شامل ہیں (۲۰۱۶ء کے نصف آخر سے لے کر اب تک کہی گئی غزلوں کا مجموعہ ابھی زیرِ ترتیب ہے)۔

جب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی اس وقت میں اٹھارہ سال کا ہو چکا ہوں گا۔ ان اٹھارہ سالوں میں سے ابتدائی تین چار سالوں کے علاوہ میری تقریباً چودہ سالہ زندگی کا ہر لمحہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جو عمر کھیلنے کودنے کی ہوتی ہے وہ عمر میں نے پڑھنے میں گزاری اور جو عمر پڑھنے لکھنے کی ہوتی ہے وہ عمر عزیز واقارب کی بے اعتنائی کے غم اور فکرِ معاش میں گزاری اور تا حال گزار رہا ہوں۔ شاعری میرے لیے صرف ایک فن یا ایک ہنر نہیں بلکہ میری ہم درد ہے، میری غم گسار ہے، میری تنہائیوں کی ساتھی ہے، میری شکایتوں کا باحجاب چہرہ ہے، میری خواہشوں کی سسکتی ہوئی صدا ہے، میرے خوابوں کے اڑتے ہوئے رنگوں کا اضمحلال ہے، میرے اشکوں کی قیمت ہے، میرے درد کی دوا ہے، میری فریاد کی خوددار صدا ہے، میرے احساسات کی ترجمان ہے اور اس بے اعتبار اور بے حس دنیا میں صرف میری

شاعری ہی ہے جو میرے نزدیک لائق اعتنا اور میرے جذبات کی تفہیم کے قابل ہے۔

میرے شعری سفر کا آغاز یوں ہوا کہ جب میں نے اپنے اکیلے پن کو دور کرنے کے لیے کتابوں کا سہارا لیا تو اتفاق سے میرے سامنے سب سے پہلے ابنِ صفی مرحوم کی کتاب آئی اور میں ان تحریر کا اتنا دیوانہ ہوا کہ ایک سال کے اندر مارکیٹ میں موجود ان کی تمام نثری وشعری تصنیفات کا مطالعہ کرلیا۔ ابنِ صفی کی تحریریں پڑھنے کے بعد ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ دردِ دل کم کرنے اور دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کسی جیتے جاگتے انسان کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کام تو ادب کے ذریعہ بھی کیا جاسکتا ہے اور اسی وقت میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی اپنے حالات اور مشاہدات کو اس سلیقے سے دنیا کے سامنے پیش کروں گا کہ میرے حالات میرے ہم درد بن جائیں گے اور میری ہم دردی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے میرے اس فن پر واہ واہ کریں گے۔

میری عمر اور میری شاعری کو دیکھ کر کچھ لوگوں کے لیے اس پر یقین کرنا مشکل ہو۔ انھیں بتاتا چلوں کہ واقعی اتنی کم عمری میں شاعری کے اسرار ورموز سے واقف ہونا اور اس فن کے معائب ومحاسن کا علم رکھنا اور اس ہنر میں پختگی پیدا کرلینا ممکن نہیں۔ شاعری اک عمرِ سوختہ اور تجربہ چاہتی ہے جسے وہ ایک پیرایہ عطا کرسکے اور اس عمل میں اک عمر گزر جاتی ہے جسے آتشؔ نے بڑے واضح انداز میں بیان کردیا۔

شاعری بھی کام ہے آتشؔ مرصع ساز کا

لہذا کسی کو حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ مجھے نہ اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں شاعر ہوں اور نہ اس بات کا زعم کہ میں نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ ادب ہے۔ بلکہ میری شاعری صرف اور صرف میرے حالات کا نظمیہ بیان ہے جسے میں نے الفاظ کے خوب صورت لبادے میں چھپا کر پیش کیا ہے تاکہ دل کے تنگ مکان میں محبوس میری سسکتی ہوئی فریادیں باہر نکل کر کھلی ہوا میں سانس لے سکیں اور ایک عرصے سے میرے دل میں بپا ٹوٹی امیدوں اور بکھرے خوابوں کی گریہ وزاری کا شور وغل تھم جائے۔

شاعری میری مِری ذات کا قصہ ہے سفیرؔ!
لوگ کہتے ہیں تخیل تو انھیں کہنے دو

میں بہت تجربہ کار نہیں لیکن میں نے جتنی زندگی گزاری ہے اور جن ناگفتہ بہ حالات کا مشاہدہ کیا ہے ان کی حساسیت نے مجھ سے میرا بچپن چھین لیا۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی میں نے اور بچوں کی طرح گولیاں کھیلی ہوں۔ گلی ڈنڈا، کبڈی، فٹبال، دوستوں کے ساتھ پکنک پر جانا، جھولا جھولنا، اڑتی ہوئی تتلیوں کو پکڑنا، چاند کو ''چندا ماما'' کہنا، بارش کے پانی میں کاغذ کی کشتیاں بہانا، اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلنا کودنا اور اپنے گاؤں کے کھیتوں میں جا کر گنے چوسنا وغیرہ وغیرہ میرے لیے دیوانے کا خواب ہیں۔ ایسا نہیں کہ بچپن میں میرے پاس کھلونے نہیں ہوتے تھے یا میرا خاندان معاشی مسائل کا شکار تھا، بلکہ میرے پاس طرح طرح کے کھلونے تھے، لیکن افسوس کے کھیلنے کا وقت نہیں تھا، میرے پاس لہو ولعب کے گوناگوں لوازمات تھے لیکن کوئی ساتھی نہیں تھا جس کے ساتھ میں اپنی خوشی بانٹ سکتا اور یہی امر میرے لیے باعث تکلیف تھا کیوں کہ میرے خیال میں اگر کوئی آپ کی خوشی سے واقف نہیں تو یہ آپ کے خوش ہونے کا محل نہیں بلکہ آنسو بہانے کا محل ہے کہ دکھ تو دکھ کوئی سکھ میں بھی آپ کے ساتھ نہیں۔ نیز وقت اور حالات نے میرے ساتھ کچھ ایسا کھیل کھیلا کہ میں کوئی اور کھیل کھیلنے کے لائق نہ رہا۔

میں نے اپنے حالات اور احساسات کو ہو بہو نقل نہیں کیا کہ مجھے اپنے ستم گروں کی رسوائی کا شوق نہیں بلکہ میں نے کہیں اپنا درد بیان کرنے کے لیے عشق کی آگ میں اپنا چہرہ چھپایا ہے تو کہیں اپنے غم کی دہائی دینے کے لیے پروانوں کی جان پر ظلم کیا ہے، کہیں اپنی تنہائی کو بے وفائی کے لباس میں ملبوس کیا ہے تو کہیں اپنوں کی بے اعتنائی کو غیروں کے اختلاف کا جامہ پہنایا ہے، کہیں اپنی کامیابی کو محبت کے کمال سے تعبیر کیا ہے تو کہیں اپنی ناکامی کو ہجر کا چوغہ پہنا دیا ہے۔

میں نے کبھی کوئی غزل سوچ سمجھ کر نہیں لکھی بلکہ جو کچھ میرے سامنے آتا گیا اور جو کچھ

مجھے محسوس ہوتا گیا اسے میں پابندِ تحریر کرتا گیا اور خدا کے فضل سے ابھی آپ کے سامنے میرے کوزۂ فکر سے ٹپکتے چند ادبی قطروں کا مجموعہ کتابی شکل میں موجود ہے۔ میں بہت بڑا شاعر یا ماہرِ فن نہیں ہوں بلکہ مکتب ادب کا طفلِ نو وارد ہوں لہذا ممکن ہے کہ اس مجموعے میں آپ کو کوئی فنی خامی یا عیب نظر آئے۔ اگر ایسا ہو اور ارباب علم کی دوررس نگاہیں کسی خامی پر مطلع ہوں تو مجھ کم علم کو بھی اس سے آگاہ کر دیں تا کہ میں اپنی غلطی کا ازالہ کر سکوں۔

آخرش میں اس گزارش کے ساتھ یہ کتاب آپ کے حوالے کرنا چاہوں گا کہ آپ دماغ کے ساتھ ساتھ دل سے اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اس کے بعد میں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ واہ واہ کریں یا آہ آہ۔

اس کے ہر ایک گوشے کا تم لے لو جائزہ
بکھری ہے زندگی مری قرطاس پر سفیرؔ!

احقر

سفیرؔ صدیقی

۲۷/اگست، ۲۰۱۷ء

حمد

تری ہی ذات ہر اک چیز سے عیاں ہوگی
خدایا! مجھ سے تری حمد کیا بیاں ہوگی

تو آسماں کو زمیں کر دے لفظ ''کن'' کہہ کر
تو حکم دے تو زمیں پل میں آسماں ہوگی

تو روٹھ جائے تو پانی میں آگ لگ جائے
تری رضا سے تمازت بھی سائباں ہوگی

تو جانتا ہے مری زندگی کا رازِ نہاں
تو جانتا ہے مری موت کب، کہاں ہوگی

مجھے یقین ہے رحمت پہ تیری ربِّ کریم
بروزِ حشر تری ذات مہرباں ہوگی

ترا کرم ہے جو معروف ہے سفیرؔ حقیر
ترے بغیر مری ذات بے نشاں ہوگی

پھول سوکھی ہوئی شاخوں پہ کھلا دیتا ہے
ریگزاروں کو بھی گلزار بنا دیتا ہے

ذرے ذرے سے نمایاں ہے خدا کی قدرت
ہر نئے نقش کو وہ رنگ جدا دیتا ہے

کیوں کسی غیر کے آگے میں جھکاؤں یہ سر
رزق جب سارے زمانے کو خدا دیتا ہے

ظلمتِ شب کو مٹا دیتا ہے روشن دن سے
تشنگی دشت کی شبنم سے بجھا دیتا ہے

میں گنہ گار و خطاکار ہوں لیکن اللہ
میرے عیبوں کو زمانے سے چھپا دیتا ہے

دل سے فریاد کرے اس سے اگر کوئی سفیرؔ!
زخمِ حالات پہ مرہم وہ لگا دیتا ہے

نعت

خوبرو تم سا کوئی خدارا نہیں
تم سے بہتر کوئی بھی نظارا نہیں

اے حبیبِ خدا! مالکِ دو جہاں
جو تمھارا نہیں وہ ہمارا نہیں

آپؐ کی ہمسری کیا کرے گا کوئی
سایہ تک جب خدا کو گوارا نہیں

حیف ہے اس نظر پر کہ جس نے کبھی
سبز گنبد کو دل میں اتارا نہیں

آپ کو چھوڑ کر اے مِرے مصطفیٰؐ!
روزِ محشر کوئی بھی سہارا نہیں

اپنی چوکھٹ پہ آقاؐ! بلا لیجیے
ہجر میں اب ہمارا گزارا نہیں

بروزِ حشر خاطی دل کا واحد آسرا تم ہو
گنہ گاروں کی خاطر شافعِ روزِ جزا تم ہو

یہ قلبِ مضمحل بیمار ہے شہرِ مدینہ کا
مریضِ شوقِ دیدارِ تمنا کی دوا تم ہو

فرشتے جن کی چوکھٹ پر سلامی دینے آتے ہیں
سلاطینِ جہاں جس کے ہیں خادم، وہ شہا تم ہو

تمھارے در کے منگتے کیوں کسی در کی طرف دیکھیں
کسانِ بیکساں تم ہو، نوائے بےنوا تم ہو

تمھاری نعت کی تکمیل سے الفاظ قاصر ہیں
حبیبِ رب ہو تم، خیرالوریٰ ہو، مصطفیٰ تم ہو

تمھاری شانِ ارفع سے فقط اللہ واقف ہے
بشر کی عقلِ ناقص کی پہنچ سے ماوریٰ تم ہو

سفیرؔ آرزو کی جستجو تم پر ٹھہرتی ہے
سفیرؔ باوفا کے دل کا مرکز باخدا تم ہو

دلِ مضطر کی خواہش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن
نگاہِ تر کو رنجش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

یہ عاشق رو رہا ہے حاضری کو اے مِرے آقا
یہی بس اس کی نالش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

وہاں کا ذرّہ ذرّہ رکھتا ہے مہتاب کا درجہ
وہاں رحمت کی بارش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

یہ مانا ہم نے عصیاں میں فراوانی بہت ہے پر
وہاں سامانِ بخشش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

یہ کیسا فخر مال و زر پہ تو کرتا ہے اے ناداں!
تجھے گر شوقِ نازش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

ضیائے شمس و لعل و گہر کو تو بھول جائے گا
اگر نظروں میں تابش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

یہی مانگا سفیرؔ بے نوا نے اپنے رب سے بس
فقط اتنی سی خواہش ہے، مدینہ دیکھ لے اک دن

حضور چشمِ کرم کیجیے خدارا اب
جہاں میں ہوتا نہیں ہے مِرا گزارا اب

پھنسا ہے میرا سفینہ تلاطمِ غم میں
سوائے آپ کے کوئی نہیں سہارا اب

تڑپ رہا ہوں مدینے کی حاضری کے لیے
دکھا بھی دیجیے فردوس کا نظارہ اب

دعا ہے آپؐ کی چاہت میں گم رہوں ہردم
دلِ سفیرؔ میں بس جایئے خدارا اب

مجھ کو اک بار مدینے میں بلایا جائے
خاک پر منظرِ فردوس دکھایا جائے

روز جب خود ہی خدا بھیجتا ہے ان پہ درود
جشنِ میلاد نہ کیوں ان کا منایا جائے

میں گنہ گار بھی ہو جاؤں گا حقدارِ خلد
میرا لاشہ جو مدینے سے اٹھایا جائے

قبر میں دیکھ کے مجھ کو یہی بولیں گے نکیر
اس وفادار کو اچھے سے سلایا جائے

سر سے بالشت پہ سورج ہے جلے جاتے ہیں
ہم سیہ کاروں کو کملی میں چھپایا جائے

گرمیِ حشر سے سوکھا ہے گلا اور زباں
جامِ کوثر مِرے سرکار پلایا جائے

روز آتے ہیں ملک جس کی زیارت کرنے
دل میں اس گنبدِ خضریٰ کو بسایا جائے

❁

شفیع تم سا بروزِ جزا کوئی بھی نہیں
تمھارے جیسا، حبیبِ خدا! کوئی بھی نہیں

بروزِ حشر چھپا لیجیے گا دامن میں
سہارا میرا وہاں دوسرا کوئی بھی نہیں

حضور! پار لگا دیجیے اسے آ کر
بھنور میں کشتی ہے اور ناخدا کوئی بھی نہیں

رہِ نجات دکھا دیجیے مجھے آقا!
بھٹک رہا ہوں، مِرا رہ نما کوئی بھی نہیں

تمھارے ٹکڑوں پہ زندہ ہے یہ سفیرؔ حقیر
تمھارے جیسے یہاں پالتا کوئی بھی نہیں

مکاں کی قید سے آگے بڑھے حضور مِرے
خدا سے عرش پہ جاکر ملے حضور مِرے

زمین اور پہاڑوں سے بہتے تو ہیں مگر
تمھارے پوروں سے چشمے بہے، حضور! مِرے

شجر تمھارے اشارے پہ آئے حرکت میں
حجر بھی کلمہ تمھارا پڑھے، حضور! مِرے

قمر تمہارا کھلونا تھا مہد میں آقا
تمھارے حکم سے سورج چلے، حضور! مِرے

ارادہ قتل کا لے کر چلے عمر لیکن
تمھارے قدموں میں آکر جھکے، حضور! مِرے

سفیرؔ خستہ کو دے دیجیے گا تھوڑی جگہ
لواءِ حمد کے جھنڈے تلے، حضور! مِرے

شیدا ہے دل یہ گلشنِ ہستی کے پھول کا
تخلیقِ کائنات کے اصلِ اصول کا

دامانِ مصطفیٰؐ کے جلو میں چلا کرے
جس کو ہے شوق باغِ جناں میں دخول کا

بدرِ کمال اس کی ضیا کا اسیر ہو
رخ پہ لگا لے غازہ جو طیبہ کی دھول کا

یہ عشقِ مصطفیٰؐ کا نشہ ہے، حلال ہے
ساقی! نہیں خمار یہ جامِ فضول کا

جو کہہ دیا حضورؐ نے ہوگا وہ بالیقیں
کچھ احتمال اس میں نہیں ہے عدول کا

کچھ لوگ کہتے ہیں ترے دیوان میں سفیرؔ!
''ہر شعر خاکروب ہے نعتِ رسول کا''

میں کیا بتاؤں ان کو تمنائے دل سفیرؔ!
وہ مدعا سمجھتے ہیں قلبِ ملول کا

❀

جہاں خیر الوریٰ کا آستاں ہے
وہ خطہ خطۂ باغِ جناں ہے

نشانِ اوج ہے شہرِ مدینہ
وہاں ذاتِ شہِ کون و مکاں ہے

درود اللہ خود پڑھتا ہے جن پر
وہ جن کا نام وردِ قدسیاں ہے

اسی ہستی کو کہتے ہیں محمدؐ
سخاوت کا جو بحرِ بیکراں ہے

خدا کے فضل سے اے نعت خوانو!
سفیرؔ بےنوا بھی مدح خواں ہے

آپؐ کی مدحت کے باعث ہم کو گویائی ملی
چشمِ دل کو آپؐ کی الفت سے بینائی ملی

لکھ دیا بادِ صبا کے دوش پر نامِ نبیؐ
کھل اٹھا رنگِ چمن، گلشن کو رعنائی ملی

شہرِ یثرب آپؐ کی آمد سے پہلے کچھ نہ تھا
آپؐ کے آنے سے طیبہ کو پذیرائی ملی

بادشاہانِ زمیں سے قدسیانِ عرش تک
بارگاہِ مصطفیٰؐ میں ہر جبیں سائی ملی

پڑ گیا جس ذرۂ پست و مکدّر پر قدم
لمسِ پائے مصطفیٰؐ سے اس کو اونچائی ملی

ان کی رفعت کو بیاں کرنا مرے بس میں نہیں
وہ نبی جن کو حریمِ رب کی تنہائی ملی

واقفِ طرزِ نگارش تھا کہاں ناداں سفیرؔ
باعثِ عشقِ محمدؐ خامہ فرسائی ملی

عقیدتوں کی مِری جستجو مدینہ ہے
نگاہِ دل میں مِرے چار سو مدینہ ہے

مجھے مدینے میں رہنے دو قدسیو! تا حشر
سنا ہے خلدِ بریں ہو بہو مدینہ ہے

لٹا دو ساری متاعِ عقیدت اس در پر
بہاؤ چشمِ جگر سے لہو، مدینہ ہے

مجھے نہ زاہدو روکو ، لگانے دو لب سے
درِ حبیب کا جام و سبو، مدینہ ہے

یہ عطرِ لالہ وگل جسم کے لیے ہیں وقف
مشامِ جاں کے لیے مشک و بو مدینہ ہے

قدم قدم پہ محبت بچھی ہوئی ہے یہاں
سنبھل کے رکھنا قدم اے عدو! مدینہ ہے

شہِ زمانہ یہاں تو نگاہ نیچی کر
یہاں جھکاتے ہیں سر سرخرو، مدینہ ہے

سوائے خاکِ درِ یار کچھ نہ دو مجھ کو
سفیرؔ! دل کی ہر اک آرزو مدینہ ہے

زباں سے مدحتِ خیر الانامؐ ہو جائے
ثواب و خیر کا کچھ اہتمام ہو جائے

سجاؤ محفلِ میلاد جابجا لوگو!
بتانِ فکر کا یوں انہدام ہو جائے

مجھے پلا دے شرابِ طہور اے ساقی!
خمارِ ساقیِ کوثر دوام ہو جائے

تمھارے در کی فقیری جو ہو نصیب انھیں
گداگروں کا بھی شاہوں میں نام ہو جائے

حبیبِ ربؐ کے کفِ پا کا لمس پا لے تو
زمیں کا ذرّہ بھی عالی مقام ہو جائے

حضور! بھیج دیں سامانِ راحت و فرحت
نظر سے دور غموں کی یہ شام ہو جائے

مِرے خدا! یہ تمنا ہے، شہرِ طیبہ میں
مِری لحد، مِرا جائے قیام ہو جائے

حضور! اس کو جگہ دیجیے مدینے میں
سفیرؔ جا کے وہاں شادکام ہو جائے

ہو گئی خوش نما یہ فضا، مرحبا
آ گئے آج خیر الوریٰ، مرحبا

آپؐ کیا آ گئے روشنی آ گئی
چھٹ گئی ظلمتوں کی گھٹا، مرحبا

ناز کر شہرِ طیبہ! کہ تجھ کو ملے
صاحبِ عدل و امن و وفا، مرحبا

میری کشتی کو طوفاں کا ڈر ہی نہیں
مصطفیٰؐ اس کے ہیں ناخدا، مرحبا

مصطفیٰؐ کی سخاوت ذرا دیکھیے
دے رہے ہیں عدو کو دعا، مرحبا

ہم سیہ کاروں کو راہِ حق کا پتہ
آپؐ کی معرفت مل گیا، مرحبا

سائلو! جھوم اٹھّو، تمھارے لیے
آ گئے بحرِ جود و سخا، مرحبا

کیوں نہ ان کی محبت پہ ہم کو ہو ناز
چاہتا ہے جنھیں خود خدا، مرحبا

آپؐ کے عشق سے ہو گیا محترم
یہ سفیرؔ دلِ بےنوا، مرحبا

ان پہ خالق کا ہے احسان، رسولِ عربی
''آپ پر لائے جو ایمان، رسول عربیؐ''

کر لیا میں نے بھی جنت کو ٹھکانا اپنا
کرکے جاں آپؐ پہ قربان، رسولِ عربی

دیدۂ تر کو نظر آئے جہانِ دل میں
ہر طرف آپؐ کا فیضان، رسولِ عربی

آپؐ کے ملک میں جنت بھی ہے،حوریں بھی ہیں
آپؐ کے ہیں سبھی غلمان، رسولِ عربی

آپؐ کا نام لیا جب بھی پریشانی میں
ہو گئیں مشکلیں آسان، رسولِ عربی

آپؐ کے نقشِ کفِ پا کے لیے در پہ سفیرؔ!
ہو کے آیا ہے پریشان، رسولِ عربی

چلو! آؤ! نبی کے ذکر کی محفل سجاتے ہیں
وہ جن کا یومِ پیدائش ملائک بھی مناتے ہیں

گنے جاتے ہیں پھر وہ لوگ شاہوں کی جماعت میں
درِ محبوبؐ پر جو بھی سوالی بن کے آتے ہیں

جنھیں نسبت ہے یارو! خطۂ شہرِ مدینہ سے
وہ ذرّے چاند تاروں سے بھی زیادہ جگمگاتے ہیں

سیہ بختو! چلو! رختِ سفر باندھو مدینے کا
محمد مصطفیٰؐ سوئی ہوئی قسمت جگاتے ہیں

کمالِ حسن کا ان کے بیاں ممکن نہیں مجھ سے
قدم رکھ کر جو یثرب میں، اسے طیبہ بناتے ہیں

شبِ تاریک میں وہ دیکھ لیتے ہیں ہر اک شے کو
ترے مرقد کی مٹی کو جو آنکھوں میں لگاتے ہیں

ستم سہہ کر دعائیں دیں ہمیشہ دشمنوں کو بھی
سکھایا آپؐ نے، کانٹوں کو کیسے گل بناتے ہیں

مرا دل جھک گیا جو اس جگہ تو کیا ہوا آخر
فرشتے جس جگہ تعظیم سے سر کو جھکاتے ہیں

سفیرؔ بے نوا! میں کیوں نہ نعتِ مصطفیٰؐ لکھوں
مرے آقاؐ مرے مولیٰ مری بگڑی بناتے ہیں

چڑھ گیا ہے مرے سر پہ ساقی! پاک طینت خمارِ مدینہ
ہے نگاہوں میں نورِ محمدؐ، جان و دل ہیں نثارِ مدینہ

اے مریضِ نظر! سن مری تو، نسخۂ کیمیا دے رہا ہوں
روشنی لوٹ آئے گی واپس، جا لگالے غبارِ مدینہ

لاکھ کوشش کرے یہ زمانہ، میں نہ بھٹکوں گا منزل سے اپنی
ثبت ہیں صفحۂ دل پہ میرے سارے نقش و نگارِ مدینہ

بڑھ گئی بحرِ غم کی روانی، تیز بادِ قضا آ رہی ہے
ناخدا! موجِ عالم سے لے چل، میری کشتی کنارِ مدینہ

اے جہاں! تیری آزادیاں یہ، ہیچ ہیں سامنے اس قفس کے
قید رہنے دے مجھ کو اسی میں، دل نشیں ہے حصارِ مدینہ

مجھ کو جنت کی حاجت نہیں ہے، بس مدینے کی دو گز زمیں دے
باغِ فردوس کے گل سے بڑھ کر خوبصورت ہے خارِ مدینہ

پھر نہ اٹّھے گا دستِ طلب یہ، پھر نہ مانگوں گا کچھ بھی کبھی میں
ایک بار اے خدا! تو دکھا دے رشکِ جنت دیارِ مدینہ

❀

باغِ فردوس کی کلیوں کا خزینہ کیا ہے
چشمِ تعظیم سے تو پوچھ مدینہ کیا ہے

تجھ کو معلوم نہیں ہے تو چمن میں جا کر
پھول سے پوچھ کہ آقا کا پسینہ کیا ہے

آپؐ کے لب پہ فدا کلیوں کی جانوں کا ہجوم
سامنے آپؐ کے دانتوں کے، نگینہ کیا ہے

آپؐ چاہیں تو بچا لیں مِری کشتی آقا!
بحر و بر آپؐ کے ہیں، میرا سفینہ کیا ہے

مصطفیٰ! آپ نے دنیا کو بتایا آکر
عالمِ یاس میں جینے کا قرینہ کیا ہے

قبر میں آپؐ کے دیدار سے معلوم ہوا
زیست کا بام ہے یہ موت کا زینہ کیا ہے

عشقِ سرکارؐ ہی یہ فرق بتائے گا سفیرؔ
دل کسے کہتے ہیں اور اس کا دفینہ کیا ہے

❁

اے عشق اپنی جان محمدؐ پہ وار دو
پلکوں سے تم حضورؐ کی چوکھٹ بُہار دو

آقا! مِرے جگر کی کلی خشک ہو گئی
اس کو بھی اپنے باغ کا رنگِ بہار دو

اس ہستیِ فنا کا نشہ سوگوار ہے
ساقی! شرابِ عشقِ نبیؐ کا خمار دو

اک چشمِ ناز ڈال کے اے میرے غم گسار!
بکھری ہوئی حیات کی زلفیں سنوار دو

دیکھو گھٹا کے چھانے کا منظر اے آرزو!
بس بادلوں کو مژدۂ گیسوئے یار دو

ربِّ کریم نے جو عطا کی ہے یہ حیات
ہر پل تم اس کا شاہ کے در پر گزار دو

طیبہ کے خار اپنی نظر میں اتار کر
دل کو نشانِ منزلِ فصلِ بہار دو

محبوبِ رب! مدینے کی ارضِ کمال سے
دو گز زمیں سفیرؔ کو بہرِ مزار دو

❁

حضورِ روضۂ شاہِ دوام کہہ دینا
سِسک رہی ہے مِری صبح و شام کہہ دینا

صبا! تو جا کے مدینے میں ان کے روضے پر
تڑپ رہا ہے تمھارا غلام کہہ دینا

تمھارا نام محمدؐ تمھارے منگتوں نے
لکھا ہے صفحۂ دل پر مدام کہہ دینا

میں خاکِ پائے شہِ دیں ہوں، جاؤ حاکم سے
بہت ہی اونچا ہے میرا مقام، کہہ دینا

حضور اپنے غلاموں کی کب خبر لیں گے
بگڑ رہا ہے جہاں کا نظام کہہ دینا

اے عشق! جاکے لپٹ جانا جالیوں سے اور
''شہِ امم سے ہمارا سلام کہہ دینا''

سفیرؔ آپؐ کی فرقت میں جاں نہ دے دے کہیں
حضور کیجیے کچھ انتظام کہہ دینا

❁

سرکارؐ کی آمد ہو فضا ہوش ربا ہو
دل ان کا ہر اک نقشِ قدم چوم رہا ہو

جب کرنے سوال آئیں نکیرین لحد میں
دل سرورِ کونینؐ کے چہرے پہ رکا ہو

اک جان سے بجھتی نہیں عشاق کی سوزش
سو جان ہو، ہر جان محمدؐ پہ فدا ہو

آجائے قضا تیری سفیرؔ! ان کی گلی میں
تا عمر ترے لب پہ یہی ایک دعا ہو

جہاں میں جتنے چمن تھے وہ مشکبار ہوئے
نبی کے آنے سے کانٹے بھی لالہ زار ہوئے

نہ جانے کتنے عرب کے جواں زلیخا سا
کمالِ حسنِ محمدؐ پہ جاں نثار ہوئے

مِرے نبی کے پسینے سے مانگ کر خیرات
یہ برگہائے گلِ آب خوش بو دار ہوئے

درود ہم نے پڑھا جب ادب سے کر کے وضو
تمام خطے بیاباں کے لالہ زار ہوئے

بحورِ عالمِ فانی کے سخت طوفاں میں
سفینے آپؐ کی آمد سے استوار ہوئے

صلہ غلامی کا ان کو نبی نے خوب دیا
بلالِ حبشی زمانے میں باوقار ہوئے

گزارے طیبہ میں جو دن وہ فرحتوں کے تھے
جو آئے لوٹ کے واپس تو دل فگار ہوئے

سفیرؔ! خاکِ مدینہ کی دل نشیں تہہ میں
وہ خوش نصیب ہیں جو صاحبِ مزار ہوئے

یہ تشنگیِ شوق بڑھا کیوں نہیں دیتے
تم آگ سمندر میں لگا کیوں نہیں دیتے

کچھ اور ہی انداز ہے اس ہجر کے غم کا
اے عشق! زمانے کو بتا کیوں نہیں دیتے

مقصود ہے خوشنودی اگر رب کی تو یہ سر
دربارِ محمدؐ میں جھکا کیوں نہیں دیتے

اٹھلاتا ہے یہ چاند بہت اپنی کشش پر
سرکار! اسے چہرہ دکھا کیوں نہیں دیتے

ہستی کی کٹھن راہ میں ہر سو ہے اندھیرا
لو عشقِ محمدؐ کی بڑھا کیوں نہیں دیتے

گر دور ہو تم شہرِ مدینہ سے تو یارو!
سانسوں کو دھڑکنے کی سزا کیوں نہیں دیتے

دم بھرتے ہو کیوں عشق کا دن رات زبانی
جو کرنا ہے وہ کر کے دکھا کیوں نہیں دیتے

لوگوں کو سفیرؔ! آج سرِ بزم ادب سے
نعتِ شہِ کونینؐ سنا کیوں نہیں دیتے

سکونِ قلبِ مضطر اس جگہ ہنستا نظر آیا
جہاں پائے شہِ کونینؐ کا نقشہ نظر آیا

خدا کی اس خدائی میں نگاہِ شوق سے میں نے
جدھر دیکھا ادھر سرکارؐ کا جلوہ نظر آیا

جب آئی بات محشر کی تو اس خاطی سیہ دل کو
سوائے آپؐ کے کوئی کہاں اپنا نظر آیا

جو دیکھا درمیانِ روضہ و منبر تو مجھ کو بھی
جمالِ باغِ رضواں کا ہی اک حصہ نظر آیا

کلامِ پاک میں القاب جب بھی آپؐ کے ڈھونڈے
کہیں یٰسیں نظر آیا، کہیں طٰہٰ نظر آیا

ہے حکمِ لن ترانی چشمِ موسیٰ کے لیے آقا
خدا بس آپؐ کی آنکھوں کو بے پردہ نظر آیا

ضرورت پیش آئی جب اسے مشکل کشائی کی
سفیرؔ بے نوا کو آپؐ کا در وا نظر آیا

(۲۴)

اے حسنِ باکمال! تجھے دیکھنے کے بعد
دل کا کہاں خیال تجھے دیکھنے کے بعد

شرما رہا ہے ماہِ منوّر بھی چرخ پر
اے منبعِ جمال! تجھے دیکھنے کے بعد

ہر ذرّہ اس زمیں کا بنا رشکِ آفتاب
اے ذاتِ بے مثال! تجھے دیکھنے کے بعد

مکہ کی گرم ریت کو کہہ اٹھّے سبزہ زار
یوں کھو گئے بلال تجھے دیکھنے کے بعد

جابر کے دونوں سے پھول سے بچوں کے جسم میں
سانسیں ہوئیں بحال تجھے دیکھنے کے بعد

طیبہ کی خاک بن کے سفیرؔ اس جگہ رہے
اس کا عجب ہے حال، تجھے دیکھنے کے بعد

غزلیں

سامنے سب کے مسکرانے میں
لب یہ ماہر ہیں غم چھپانے میں

جل رہا ہے یہ روشنی کے لیے
فائدہ کیا ہے دل بجھانے میں

خرچ ہوتا ہے خون آنکھوں کا
گوہرِ اشکِ غم لٹانے میں

میں نے لی ہے مدد محبت سے
گلشنِ درد کو سجانے میں

سیکھ جائیں گے آپ خودداری
رہ کے میرے غریب خانے میں

ذہن دیتا ہے میرا ساتھ سفیرؔ!
حالِ دل کو غزل بنانے میں

رفتہ رفتہ کسی طرح پھر سے اپنی دنیا بسا رہا ہوں میں
اپنے تاریک گوشۂ دل میں شمعِ فرحت جلا رہا ہوں میں

میں نہیں جانتا کہ کیا ہوگا، اس کا انجام جو بھی ہو لیکن
صفحۂ ذہن سے ستم گر! اب، تیرے نقشے مٹا رہا ہوں میں

خامشی بے بسی نہیں میری، یہ تو طوفاں کا پیش خیمہ ہے
مجھ کو جانا ہے آسماں سے پرے، اپنی ہمت جٹا رہا ہوں میں

دل میں کیا ہے یہ کوئی کیا جانے، اس میں رہتا ہے رنج پوشیدہ
لوگ پڑھتے ہیں ظاہری چہرہ، اس لیے مسکرا رہا ہوں میں

غم ہے، گریہ وزاری ہے یاں پر، فرح سے رستگاری ہے یاں پر
جس کو آنا ہے جلد آ جائے، اپنی محفل سجا رہا ہوں میں

طلسمِ درد دیکھنا ہو تو آج آؤ سفیرؔ! میرے گھر
مل کے بیٹھیں گے ساتھ دیوانے، اپنا قصہ سنا رہا ہوں میں

بسی ہے خشکی مِرے رخ پہ تازگی کی طرح
کھلا ہوا ہوں بیابان میں کلی کی طرح

تباہ عقل کے اک تنگ و تار گوشے میں
چمک رہی تھی کوئی چیز بے خودی کی طرح

نئی صدی میں ہے پہچان محبت کی کٹھن
جفائیں کرتے ہیں اب لوگ دل لگی کی طرح

طواف کرتی ہے تشنہ لبوں کا سیرابی
تمھارے پیالے میں ہے جام تشنگی کی طرح

عذابِ قبر، سوال و جواب، حشر و حساب
مجھے تو موت بھی لگتی ہے زندگی کی طرح

سفیرؔ! تیری انا نے شکست مان لی کیا
کھڑی ہے سامنے میرے وہ بے بسی کی طرح

نہ تیری دشمنی اچھی نہ میرا انتقام اچھا
نہیں ہوتا عداوت کے سمندر میں قیام اچھا

خدا سے ڈر ذرا ظالم، یہ کیسا عدل ہے آخر
مِری فریاد بے مطلب، ہے تیرا اتّہام اچھا

پروں کو کاٹ کر کھولا قفس صیاد نے ساقی
اسے کہتے ہیں آزادی تو پھر حبسِ دوام اچھا

بسانا اپنی ساری خواہشوں کو خلد میں جا کر
یہ دنیا اک سفر ہے، اس میں ہے ترکِ مرام اچھا

نہ اس کی ابتدا کوئی، نہ اس کی انتہا کوئی
خمارِ عشق ہوتا ہے ہمیشہ بے لگام اچھا

سمندر کو اگر آنا ہے تو خود چل کے آ جائے
نہیں ہے شوقِ سیرابی مجھے، میں تشنہ کام اچھا

بڑھا لے درد کو کچھ اور، زخموں پر نمک مل لے
سفیرؔ اس درد میں جینے کا کر لے انتظام اچھا

ہر ایک سمت صنم عشق کی صدائیں کیوں
ملا ہے درد تو اوروں کو ہم دکھائیں کیوں

ہمارے گھر کے اندھیرے کو مفلسی نہ سمجھ
جلا ہوا ہے یہاں دل، دِیا جلائیں کیوں

نگاہِ یار کے تیروں کے زخم ہیں یہ سب
یہ زخم وجہِ سکوں ہیں، دوا لگائیں کیوں

یہ بار بار رگڑنے سے پھٹ نہ جائے کہیں
لکھا ہے صفحۂ قسمت پہ جو، مٹائیں کیوں

سمجھ میں آئے گا کیسے کہ تشنگی کیا ہے
گریز کرتا ہے ساقی تو ہم منائیں کیوں

یہ شورِ آہ و فغاں بے کسوں کا حق ہے صنم!
یہ انقلاب خطا تو نہیں، دبائیں کیوں

ہر ایک چیز ہے فانی جہاں کی، یاد رہے
جو کوئی توڑ لے رشتہ تو غم منائیں کیوں

یہ دل کی بات حقیقت ہے یا فسانہ ہے
سفیرؔ! رازِ نہاں ہم تمھیں بتائیں کیوں

مت پوچھ مِری حالت کیسی ہے وفا کر کے
زندہ ہوں کسی صورت دل تجھ کو عطا کر کے

آ ہنستے ہوئے نکلیں اک ساتھ ذرا باہر
ایسا نہ کوئی سمجھے تم نکلے جفا کر کے

ساقی نہ پریشاں ہو! اس شب کی سیاہی سے
محفل میں جلا لے تو دل میرا دِیا کر کے

در اصل مجھے ساقی رہنا تھا کہیں تنہا
بیٹھا ہوں یہاں آ کر حالت سے دغا کر کے

اے عقل تو واپس جا ، یہ شہرِ محبت ہے
پہنچا ہوں یہاں تک میں ہستی کو فنا کر کے

ڈھونڈو نہ طبیبوں کو، تم بات مِری مانو
روگ اور بڑھا دیں گے، دیکھا ہے دوا کر کے

لوگ رکتے نہیں آتے ہیں گزر جاتے ہیں
نقلِ منزل کے لیے جیتے ہیں مر جاتے ہیں

زندہ رہنا ہے تو یہ خشک مزاجی چھوڑو
ٹوٹ کر سوکھے ہوئے پتّے بکھر جاتے ہیں

سوچتا ہوں تو تڑپ اٹھتا ہوں تنہائی میں
کس طرح وعدوں سے کچھ لوگ مکر جاتے ہیں

کھو گئی شمعِ خرد شام کی محفل میں سفیرؔ!
دل پہ چھوڑا ہے تو اب دیکھو کدھر جاتے ہیں

یہ خوش نما سی باتیں، یہ مہربانیاں کیوں
جب دل کو توڑ ڈالا، یہ عشق داریاں کیوں

اک عشق کا مخالف، اک بندۂ محبت
دل اور خرد میں آخر یہ بدگمانیاں کیوں

جانا جو تھا، یہاں سے ہر چیز لے کے جاتے
باقی ہیں اب بھی دل میں تیری نشانیاں کیوں

ساغر کا یوں چھلکنا، ہر جام پر بھڑکنا
جب باادب ہے ساقی، یہ بدنظامیاں کیوں

آساں سمجھ رہے تھے اس عشق کی ڈگر کو
دیتے ہو تم سفیرؔ! اب اس کی دہائیاں کیوں

گلشن کو خزاؤں سے بچانے کے لیے آ
ماحول بہاروں کا بنانے کے لیے آ

تاعمر رہے جس کا نشہ عقل و خرد پر
آنکھوں کا وہی جام پلانے کے لیے آ

شبنم کا جو ہے فرض اسے آکے ادا کر
روٹھی ہوئی صبحوں کو منانے کے لیے آ

بھر جائے نہ یہ زخم کہیں کثرتِ غم سے
لَو شمعِ محبت کی بڑھانے کے لیے آ

پڑھ لیتا ہے چہرے سے مِرا حال زمانہ
تو اپنی جفاؤں کو چھپانے کے لیے آ

کیوں جھانکتے ہیں میری نگاہوں میں سبھی لوگ
یہ راز مجھے آج بتانے کے لیے آ

مت آ مِری فریادِ جگر سوز پہ لیکن
ہنگامۂ اغیار دبانے کے لیے آ

مایوس سفیرؔ آج نظر آتا ہے، اس کی
سوئی ہوئی امید جگانے کے لیے آ

پا بستۂ غمام ہے بھیگی ہوئی یہ رات
برسات کی غلام ہے بھیگی ہوئی یہ رات

ہوگی تِری شبوں میں ضیائے قمر، مگر
میرے لیے مدام ہے بھیگی ہوئی یہ رات

جلتی ہے جس جگہ پہ تمنا مثالِ شمع
شاید وہی مقام ہے بھیگی ہوئی یہ رات

اف تک بھی کوئی کرتا نہیں مر کے اس جگہ
اک ظلمِ خوش نظام ہے بھیگی ہوئی یہ رات

خوش حالی و کمال نہیں مقصدِ جنوں
بس ایک ہی مرام ہے، بھیگی ہوئی یہ رات

ہر شخص اس کو پی نہیں سکتا ہے اے سفیرؔ!
اک دل خراش جام ہے بھیگی ہوئی یہ رات

چپ چاپ کیوں کھڑا ہے سفیرؔ! اس کے سامنے
تیرے لیے تو عام ہے بھیگی ہوئی یہ رات

جا شوق سے جانا ہے اگر، تجھ کو روا ہے
دل میرا جلے گا، تجھے کیا خوفِ سزا ہے

کٹ جاتا ہے لوہے کا جگر لوہے سے پیارے!
اس دردِ محبت کی محبت ہی دوا ہے

مشکل ہے یہ کہنا کہ نگاہوں کا یہ بادل
بھٹکا ہوا ٹکڑا ہے کہ گھنگھور گھٹا ہے

اے اشک ذرا تھم کے برس، ڈر ہے یہ مجھ کو
بہہ جائے نہ وہ غم جو نگاہوں میں بسا ہے

جس سوزشِ الفت نے کیا قیس کو مشہور
کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ مشقِ جفا ہے

کوئی تو بتادے کہ سفیرؔ! آج نظر میں
یہ صبحِ وفا ہے یا کوئی شامِ دغا ہے

میں نے ہر شام سے ڈھلنے کا طریقہ سیکھا
اور پروانوں سے جلنے کا طریقہ سیکھا

کیسے کہہ دوں کہ برے ہیں یہ مرے زخمِ جگر
ان سے ہی گر کے سنبھلنے کا طریقہ سیکھا

کون کہتا ہے مجھے کچھ نہ ملا الفت میں
عشق سے رنگ بدلنے کا طریقہ سیکھا

ٹھوس ہوتی ہے مگر ضدی نہیں ہوتی ہے
برف سے میں نے پگھلنے کا طریقہ سیکھا

یہ ضروری تو نہیں، رنج میں رویا ہی کریں
پھول سے کانٹوں میں کھِلنے کا طریقہ سیکھا

لوگ کہتے ہیں جسے شاعری، اس فن سے سفیرؔ!
درد نے لفظ میں ڈھلنے کا طریقہ سیکھا

نفرتوں سے تو ہے بہتر عشق تڑپائے تو کیا
دل پرندہ ہے، قفس سے اپنے اڑ جائے تو کیا

اس اندھیری رات میں کچھ روشنی کو چاہیے
کچھ نہیں ہے پاس جس کے، خود ہی جل جائے تو کیا

جانتا ہے خود بھی تو تنہائیوں کے درد کو
دیکھ کر مجھ کو اگر یہ چاند شرمائے تو کیا

ڈوبتے کو صرف تنکے کا سہارا چاہیے
گم شدہ ہے خود ہی جو، وہ راہ دکھلائے تو کیا

یہ ضروری تو نہیں ہے، ایک سے احساس ہوں
بے رخی تیری جو میرا شوق بھڑکائے تو کیا

عمر بھر تنہا لڑوں گا اپنے حالِ زار سے
حوصلہ پھر حوصلہ ہے، ٹوٹ بھی جائے تو کیا

جاہلانہ سے عمل ہیں عاقلوں کے آج کل
اے سفیرؔ! اب بے خودی کو عقل سمجھائے تو کیا

تِرا ہی ذکر ہمیشہ زبان پر ہے ابھی
تِری جفاؤں کا قصہ اٹھان پر ہے ابھی

نظامِ عشق الگ ہے نظامِ دنیا سے
جو گر گیا تھا وہی تو اڑان پر ہے ابھی

سنانِ ابروے قاتل کی تیز دھاروں کے
مِرا ہی اچھا بھلا دل نشان پر ہے ابھی

اب اور سپنے نہیں دیکھنے مجھے یارو!
گزشتہ سپنوں کی سولی دھیان پر ہے ابھی

گھٹاؤ! روک لو اپنی عناتیں کچھ دیر
مِری نگاہوں کا دریا اپھان پر ہے ابھی

میں بادہ خانے سے نکلوں تو کیسے نکلوں سفیرؔ!
کہ پورا ترکشِ ساقی کمان پر ہے ابھی

کہیں سے ڈھونڈ کر لاؤ اسی برسات کو پھر سے
وہ رم جھم اشک سی بوندیں، اندھیری رات کو پھر سے

منظّم یہ حیاتِ خوش نما کس کام کی میرے
اٹھا لاؤ انھیں بکھرے ہوئے حالات کو پھر سے

یہ تیری دل نشیں باتیں، مِری ہستی مٹا دیں گی
مجھے لوٹا دے جانم! عشق کے صدمات کو پھر سے

خودی میں کیا رکھا ہے بےخودی ہی اصل دنیا ہے
خرد مندو! نہ لانا عقل کی سوغات کو پھر سے

گلستانِ مسرت خوب ہے لیکن مرا دل ہے
بساؤں رنج وغم کے جاں کناں باغات کو پھر سے

جدائی کی وہ ساعت ہی بھلی تھی وصل سے جاناں
بڑھا دو فصل کے جاں کاہ احساسات کو پھر سے

سلیقے سے سفیرؔ! اب حالِ دل تم لکھّو کاغذ پر
نئے اسلوب میں ڈھالو پرانی بات کو پھر سے

❀

لمحہ لمحہ بدل رہا ہوں میں
ڈگمگا کر سنبھل رہا ہوں میں

قید تھا جن حسین سپنوں میں
ان سے باہر نکل رہا ہوں میں

میرے حالات مثلِ طوفاں ہیں
مثلِ کشتی اچھل رہا ہوں میں

جیسے پانی ہو آبشاروں کا
جم رہا ہوں پگھل رہا ہوں میں

کچھ خبر ہی نہیں مجھے اپنی
رک گیا ہوں کہ چل رہا ہوں میں

میری فطرت بدل گئی ہے کیا
برف باری میں جل رہا ہوں میں

راہِ فن پر ہوں جب سے محوِ سفر
کچھ نگاہوں کو کھل رہا ہوں میں

میرا دل ہے سفیرؔ! غصّے میں
چند یادیں مَسَل رہا ہوں میں

❁

صبرِ دل ان کو آزمانا تھا
وعدۂ وصل تو بہانہ تھا

عشق لکھنا تھا پھر مٹانا تھا
کچھ نہ کچھ کرکے تو دکھانا تھا

کچھ تو مقصد تھا دل لگانے کا
درد کی حد کو آزمانا تھا

چند لمحوں میں لٹ گیا سب کچھ
عشق کہنے کو جاودانہ تھا

سینچ کر آنسوؤں سے کشتِ دل
سوکھی امید کو جِلانا تھا

تیرے چہرے پہ مردنی کیوں ہے؟
وقتِ رخصت تو مسکرانا تھا

تاجِ شاہی تھا جن کے سر پہ انھیں
تختۂ دار پر چڑھانا تھا

ایک مقصد تھا شاعری کا سفیرؔ!
حالِ دل کاغذوں پہ لانا تھا

❁

خودی سے اب میں غافل ہو گیا ہوں
محبت! تیرے قابل ہو گیا ہوں

نظر کا جام جو پیتے ہیں ساقی
انھی رندوں میں شامل ہو گیا ہوں

مجھے مت دیجیے الزامِ طوفاں
سمندر سے میں ساحل ہو گیا ہوں

مِری بستی اجڑتی جارہی ہے
میں صحراؤں کا حامل ہو گیا ہوں

چڑھا دو مجھ کو تم پھانسی پہ آ کر
تمناؤں کا قاتل ہو گیا ہوں

میں بھٹکا اس قدر منزل سے اپنی
کہ گمراہوں کی منزل ہو گیا ہوں

سفیرؔ! ان کے خیالوں کا ہے جھرمٹ
میں تنہائی میں محفل ہو گیا ہوں

❁

اک نیا رنج نئے روپ میں آیا پھر سے
دل کے چہرے پہ نیا زخم لگایا پھر سے

صبح کے طاق پہ چھوڑ آیا تھا جو دل کا چراغ
مجلسِ شام میں اس کو ہی جلایا پھر سے

اشک بہتے رہے رخسار پہ پانی کی طرح
آج کچھ یادوں نے جی بھر کے رلایا پھر سے

جس کے چلتے مجھے نفرت ہے کئی رشتوں سے
میرے محسن نے وہی رنگ دکھایا پھر سے

بےکلی روٹھ گئی تھی مِری خوشیوں سے مگر
اپنی محفل میں مجھے آج بلایا پھر سے

اب تو خوش ہو نہ مِرے دوست! تباہی پہ مِری
مجھ کو اک اور سہارے نے گرایا پھر سے

جن کا انجام تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں
کیوں سفیرؔ! ایسے خیالوں کو بسایا پھر سے

تِری غیرت جو خفتہ ہے اگر بیدار ہو جائے
بھنور میں جو پھنسا ہے تیرا بیڑا، پار ہوجائے

زمینِ ہند کو سینچا لہو سے جس مسلماں نے
بھلا کیسے وطن کا آج وہ غدار ہو جائے

بدل سکتا ہے نقشہ آج بھی بیت المقدس کا
صلاح الدین سا تیرا اگر کردار ہو جائے

کوئی منزل نہیں مشکل، کٹھن رستہ نہیں کوئی
سہارا عزم دیدے تو، بھنور پتوار ہو جائے

سفیرؔ! اب بھی سنبھل جا ورنہ وہ دن آنے والا ہے
کہ تیری ذات خالص مرجعِ آزار ہوجائے

کیا بتائیں تمھیں آخر کہ کہاں تک پہنچے
گرتے پڑتے بڑی مشکل سے مکاں تک پہنچے

آج تک اس کے تجسس میں پریشان ہیں ہم
ایک مدت ہوئی اس رازِ نہاں تک پہنچے

ہم کو بےکار سمجھتے ہو تو سمجھو ساقی
کیا یہی کم ہے کہ ہم تیرے گماں تک پہنچے

صرف پتھر کی بنائی ہوئی مورت ہی ملی
اک خدا ڈھونڈنے جس شہرِ بتاں تک پہنچے

دل کی بربادی تجھے کیسے بتاؤں آخر
دیکھ لے آ کے نظر تیری جہاں تک پہنچے

کیسے پرواز کرے گا وہ فضاؤں میں سفیرؔ!
پہلے وہ مرغ بنے، پھر وہ وہاں تک پہنچے

مصیبت سے مِرا رشتہ کچھ ایسا یار ہو جائے
جہاں میرا سفینہ ہو وہیں منجدھار ہو جائے

نہ ہو حرکت تو حسنِ شوخ پر بھی زنگ لگ جائے
سلیقہ ہو تو رہرو قافلہ سالار ہو جائے

مِرے ناقد! مِرے حق میں دعا کر دے تو یہ دل سے
کہ میری روسیاہی مطلعِ انوار ہو جائے

بلا اک چل رہی ہے ہر طرف صدقات کھانے کی
عجب کیا ہے اگر کوئی وظیفہ خوار ہو جائے

کچھ ایسی فکر، ایسا شوق، ایسا عزم لے کر چل
سمندر ناؤ بن جائے، ہوا پتوار ہو جائے

خدایا! اِس سفیرؔ بے نوا کو طرز دے ایسا
مِرا دشمن مِرے اشعار کا دلدار ہو جائے

زہے نصیب کوئی بدنصیب ہوتا ہے
جہاں سے دور، سکوں کے قریب ہوتا ہے

اداس کیوں ہے تو اس زندگی میں الجھن سے
ہر اک سفر میں فراز و نشیب ہوتا ہے

بڑے سکوں سے کچل دیتا ہے کسی کو بھی
شریفِ شہر بھی کتنا مہیب ہوتا ہے

ذرا سا فکر کا منہج بدل کے دیکھو تو
عزیز کیسے تمھارا رقیب ہوتا ہے

ٹھہر ٹھہر کے ڈھلکتا ہے گال پر ساقی!
ہمارے اشک میں صبر و شکیب ہوتا ہے

بدل رہے ہیں زمانے کے سب اصول سفیرؔ!
جو درد دے وہ ہمارا حبیب ہوتا ہے

حسن کیسا بھی ہو وہ فانی ہے
عشق ہی وجہِ کامرانی ہے

اے قمر! اس قدر نہ اترا تو
صبح آنی ہے، رات جانی ہے

آبیاری سے پھول مرجھائیں
یہ بھلا کیسی باغبانی ہے

کچھ مِرے اشک مسکراتے ہیں
کچھ جفاؤں کا بہتا پانی ہے

باغِ راحت میں کیوں خزاں نہ رہے
درد کی دل پہ حکمرانی ہے

سِسک رہی ہے محبت، چلو ذرا دیکھیں
بگڑ رہی ہے طبیعت، چلو ذرا دیکھیں

گزر رہا ہے حسینوں کا قافلہ آگے
بھٹک نہ جائے قیادت، چلو ذرا دیکھیں

امیرِ شہر کے شفاف مرمریں گھر میں
تباہ شکلِ سیادت، چلو ذرا دیکھیں

ہمارے دور کا مشہور سا تماشہ ہے
''محبتوں کی عداوت''، چلو ذرا دیکھیں

دلوں سے کھیلنا بچوں کا کھیل کیسے بنا
یہ کیسے بدلی روایت، چلو ذرا دیکھیں

ہمارے شہر میں آئی ہے ''ظلم'' نام کی اک
نئی نئی سی ثقافت، چلو ذرا دیکھیں

سنا ہے میں نے کہ نادم ہے رہنما اپنا
اکڑ کے ساتھ ندامت، چلو ذرا دیکھیں

ابھر رہا ہے نیا نام اک ''سفیرؔ'' کا بھی
مزاجِ فن کی نزاکت، چلو ذرا دیکھیں

دل سے یہ جوشِ جنوں ہوش پہ چڑھ جائے تو
بےخودی عقل کی دنیا میں اتر آئے تو

میں تو انسان ہوں پتھر بھی پگھل جائے گا
اشک آنکھوں کا یہ رخسار پہ بل کھائے تو

کس کو آواز حمایت کے لیے دوں گا میں
چھوڑ دیں مجھ کو مصیبت میں مِرے سائے تو

کیسے ٹھکراؤں گا اے موت! ترا پروانہ
زہر محسن ہی اگر میرے لیے لائے تو

عقل والے بھی نظر آئیں گے بےبس اس دم
کوئی زلفوں کے حسیں پیچ میں الجھائے تو

کون لے جائے گا پھر قافلہ منزل پہ سفیرؔ!
رہ نما خود ہی سرِ راہ بھٹک جائے تو

اب محبت کے مکاتب کو سنبھلنا ہوگا
اس کے بےڈھنگ مراحل کو بدلنا ہوگا

اتنا آسان نہیں تجھ کو بھلانا ظالم
دل کی امید کو پتھر سے کچلنا ہوگا

کوئی حامی نہیں دنیا میں کسی کا ساقی
اپنے ہاتھوں ہی مقدر کو بدلنا ہوگا

ٹوٹ جائے نہ کہیں کثرتِ آلام سے دل
درد کو اشک کی صورت میں نکلنا ہوگا

مجھ کو انکار نہیں سوزشِ نفرت سے جناب!
زندہ رہنا ہے تو اس آگ میں جلنا ہوگا

ہر گھڑی خوف و تامل نہیں اچھا نسخہ
حوصلہ کرکے سرابوں سے نکلنا ہوگا

یہ شرافت تو میاں! قصۂ پارینہ ہے
اب تمھیں فکر کی دھارا کو بدلنا ہوگا

کیسی بے چینی ہے، یہ کیسا تذبذب ہے سفیرؔ
عشق کی آگ لگائی ہے تو جلنا ہوگا

میں دردِ محبت کی دوا ڈھونڈ رہا ہوں
نادان ہوں کتنا میں یہ کیا ڈھونڈ رہا ہوں

ہنستی ہے مِری عقل مِرے دل کے جنوں پر
میں شہرِ ستم گر میں وفا ڈھونڈ رہا ہوں

بجھتی ہی نہیں پیاس مِری بادۂ جم سے
مے خانۂ غم صبح و مسا ڈھونڈ رہا ہوں

آنکھوں کو سزا کیوں دوں بھلا دل کی خطا کی
اشکوں کو ہنسانے کی ادا ڈھونڈ رہا ہوں

میں صفحۂ تقدیر کی سطروں میں بمشکل
کچھ اور مصیبت کے سوا ڈھونڈ رہا ہوں

بہتر ہے کہ کچھ اور نئے رشتے بنالوں
میں اپنے لیے کوئی سزا ڈھونڈ رہا ہوں

ڈھڑکن کی کوئی فکر نہیں دوستو! مجھ کو
امیدوں کی موہوم صدا ڈھونڈ رہا ہوں

دم توڑ نہ دے بھوک سے آدم کی شرافت
اخلاق و مساوت کی غذا ڈھونڈ رہا ہوں

خواہش ہے مرے دل کی سفیرؔ! اس لیے آ کر
میں شام کی محفل میں صبا ڈھونڈ رہا ہوں

❀

میں کون ہوں مرا نام و نشان ہے کہ نہیں
تمھارے شہر میں میرا مکان ہے کہ نہیں

جسے بھی دیکھو اسے شوقِ حکمرانی ہے
بلادِ عشق کی کوئی عنان ہے کہ نہیں

یہ خوش نما تو بہت ہے مگر یہ دیکھ بھی لے
پروں میں تیرے وہ اونچی اڑان ہے کہ نہیں

جدھر اٹھاؤ نگاہیں برس رہا ہے لہو
کسی کے ذہن میں امن و امان ہے کہ نہیں

سکوت تم کو گرا دے کہیں نہ پستی میں
سفیرؔ! منہ میں تمھارے زبان ہے کہ نہیں

یقین و عزم کا پختہ مکان لے کے چلو
الگ شناخت، الگ اک جہان لے کے چلو

تمھاری روح بھی کہہ سکتی ہے نمی دانم
تم اپنے ہاتھ میں اپنا نشان لے کے چلو

شریفِ شہر کی اوقات دیکھنی ہے اگر
حسیں نگاہوں کے تیر و کمان لے کے چلو

عدو جھکا دیں سروں کو تمھارے قدموں پر
جو چل رہے ہو تو بے مثل شان لے کے چلو

شکستِ دل میں تو ماہر ہیں اس دیار کے لوگ
جو دل ملا دے وہ لب پر بیان لے کے چلو

بھروسہ چھوڑ دو اپنوں کا زندگی میں میاں!
ہجومِ غیر سے کچھ مہربان لے کے چلو

بدل گیا ہے زمانے کی فکر کا منہج
یقین چھوڑ دو وہم و گمان لے کے چلو

امیرِ شہر نے مانگا ہے تحفۂ شیریں
سفیرؔ! ساتھ میں اردو زبان لے کے چلو

میری سانسوں کو مکر جانے دو
دل کے ارمان بکھر جانے دو

صورتِ زندگی بھیانک ہے
مجھ کو بے موت ہی مر جانے دو

اس کو مت روکو ٹوٹ جاؤگے
آنکھ بھرتی ہے تو بھر جانے دو

میں بہادوں گا اشک کی نہریں
تشنگی دل میں اتر جانے دو

اپنی مرضی سے آئے تھے دل میں
جا رہے ہیں تو ان کو جانے دو

شمع پر میں جلوں گا ان کی جگہ
آج پروانوں کو گھر جانے دو

غم تو تنہائی کا حاصل ہے سفیرؔ!
اس کو تنہا ہی گزر جانے دو

(۳۱)

جہانِ شوق میں اک بےکلی سی رہتی ہے
تپش عجیب سی دل میں لگی سی رہتی ہے

میں اپنے حال پہ رویا ہوں اس قدر یارو!
نگاہ خشک بھی ہو تو نمی سی رہتی ہے

میں لکھ رہا ہوں ترے بعد بھی غزل لیکن
ہر ایک حرف میں تیری کمی سی رہتی ہے

ہمیشہ اشک بہاتا ہوں میں سکوں کے لیے
مگر یہ عشق کی سوزش بڑھی سی رہتی ہے

جو الفتوں سے جلائی گئی ہو دل میں سفیرؔ!
وہ آگ بجھ کے بھی ہلکی جلی سی رہتی ہے

(۳۲)

زندگی کچھ تو آرزو دیدے
وقت کٹ جائے، جستجو دیدے

کیوں مہکتی نہیں مِری کلیاں
میرے گلشن کو کوئی بو دیدے

دل کی تلخی مٹے گی تلخی سے
ساقیا جام ترش رو دیدے

اتنی خاموشیاں نہیں اچھی
عشق کو طرزِ گفتگو دیدے

قیس کی جان جس نے لے لی تھی
درد وہ مجھ کو آج تو دیدے

اور کیا چاہیے سفیرؔ! مجھے
بس مِری فکر چار سو دیدے

کبھی میرے در پہ بھی آ، تجھے حالِ دل سناؤں
تجھے پیار سے ہنساؤں، تجھے پیار سے رلاؤں

یہی کام ہے فقط اب تنہائیوں میں میرا
تِری اہمیت گھٹاؤں تِری اہمیت بڑھاؤں

کہیں آ نہ جائے ساقی تِرا مے کدہ خودی میں
جو دیا تِرا بجھا کے، میں چراغِ دل جلاؤں

میں مٹادوں یادِ ماضی یا گرادوں حرکتِ دل
بڑی کشمکش میں ہوں میں، تجھے کس طرح بھلاؤں

مِرے رخ پہ یہ تبسم تو فریب ہے ستم گر!
یہ مجھے روا نہیں ہے، تِرے ظلم میں دکھاؤں

کوئی ایک وعدہ لیتا تو نبھا کے میں دکھاتا
سبھی لے رہے ہیں وعدے، میں کسے کسے نبھاؤں

تو سبب نہ پوچھ اس کا، مجھے جامِ بےخودی دے
کئی غم ہیں زندگی میں، تجھے کس طرح بتاؤں

مِری عیب جوئی کرتا ہے وہ اگر تو کیا کروں میں
وہ گرا ہوا ہے خود ہی، اسے اور کیا گراؤں

میں سفیرِ بے نوا ہوں، مِری حیثیت نہیں یہ
تِری محفلوں میں آکر، کوئی شعر گنگناؤں

حالاتِ دل ہیں مجھ کو پریشاں کیے ہوئے
پھر شکوہ جاتِ تنگیِ داماں کیے ہوئے

پھر آج چل رہی ہیں عداوت کی آندھیاں
رشتوں کی زندگی کو ہراساں کیے ہوئے

کانٹے بچھا رہے ہیں وہ پھولوں کی راہ میں
ہم بو رہے ہیں کانٹے گلستاں کیے ہوئے

قدموں میں جس کے ڈال دی دنیا کی ہر خوشی
وہ بِک رہا ہے عشق کو ارزاں کیے ہوئے

مجبوریوں کی لاج بچانی ہے اس طرح
زندہ ہوں اپنے دل کو میں زنداں کیے ہوئے

آؤ چلو جلاتے ہیں یادوں کی تلخیاں
مدت ہوئی ہے گھر میں چراغاں کیے ہوئے

سب کہہ رہے ہیں آج بہت خوش ہو تم سفیرؔ!
حالاں کہ میں ہوں درد کو خنداں کیے ہوئے

بغور دیکھیے کالی گھٹا نہیں ہوں میں
وفا کی صبح ہوں شامِ دغا نہیں ہوں میں

نبھا نہ پایا میں وعدے بوجہِ مجبوری
وفا شعار سمجھ ، بے وفا نہیں ہوں میں

دلاتی رہتی ہیں یہ یاد دھڑکنیں مجھ کو
کہ دور ہو کے بھی تجھ سے جدا نہیں ہوں میں

مِری تمام دعاؤں کا ماحصل تو ہے
یہ اور بات کہ تیری دعا نہیں ہوں میں

مِری ہنسی میں چھپا ہے مِرے غموں کا جہاں
ابھی تو سانسیں ہیں زندہ، مرا نہیں ہوں میں

گلوں کو اشک سے میں تازگی تو دیتا ہوں
یہ اور بات کہ بادِ صبا نہیں ہوں میں

تو بار بار مڑے گا مِری طرف اک دن
کہا یہ کس نے ترا ہم نوا نہیں ہوں میں

یقین آتا نہیں ہے تو آزما آ کر
ہوا بجھا دے جسے، وہ دِیا نہیں ہوں میں

زمانہ دار پہ مجھ کو چڑھا رہا ہے کیوں؟
سفیرِ عشق ہوں، کوئی خطا نہیں ہوں میں

دل کی ویران حویلی کو بسانا چاہا
شہرِ برباد کو آباد کرانا چاہا

بس یہی ایک خطا مجھ کو نظر آتی ہے
میں نے ہر شاخ کو اک ساتھ ملانا چاہا

ذکر سیلاب کا غیروں نے یہاں چھیڑ دیا
جب کبھی شوق سے اپنوں کو ہنسانا چاہا

میری آنکھیں بھی مرا ساتھ نہیں دے پائیں
سوزشِ دل کو جو اشکوں سے بجھانا چاہا

سارے دریاؤں کے ماتھوں پہ ابھر آئی شکن
جب بھی صحراؤں میں کشتی کو بہانا چاہا

میری غیرت نے سفیرؔ! آ کے مجھے روک دیا
میں نے امیدوں کا دامن جو جلانا چاہا

تِری شراب میں ساقی کوئی کمال نہیں
سبھی خموش ہیں مے خانے میں دھمال نہیں

پلا رہا ہے یہ کیسی شراب تو ساقی!
مجھے بھی ہوش نہیں تجھ کو بھی خیال نہیں

جو جام آج پلانا تو چاہتا ہے مجھے
وہ جام میرے لبوں کے لیے حلال نہیں

نہ حزنِ فصل ہے مجھ کو نہ خوفِ مرگ مجھے
یہ شرطِ عشق ہے ناداں! کوئی قتال نہیں

دکھا رہے ہیں سبھی لوگ آج میرے عیوب
خود اپنے داغ مٹانے کا کچھ خیال نہیں

اشارے ہم کو پتا دے رہے ہیں طوفاں کا
بڑا سکوت ہے لہروں میں کچھ ابال نہیں

یہ بے رخی کی تڑپ اور دردِ فرقت تو
عروجِ عشق ہے ناقد کوئی زوال نہیں

مرے سماں میں ہزاروں قمر ہیں آویزاں
سفیرؔ! تیری زمیں پر کوئی ہلال نہیں؟

❀

دل نہ ہو مخزنِ اسرار، یہ اچھا تو نہیں
عقل غفلت میں ہو سرشار، یہ اچھا تو نہیں

سب کی لاشوں پہ کھڑے ہو کے ترقی کرنا
اس قدر پست ہوں افکار، یہ اچھا تو نہیں

جن کو احباب کی تعریف بھی معلوم نہ ہو
دیں مجھے طعنۂ اغیار، یہ اچھا تو نہیں

اب گلستاں میں تو کانٹے بھی ضروری ہیں صنم!
ہو فقط پھولوں کا اصرار، یہ اچھا تو نہیں

عقل و دل سوئے ہوں آغوشِ جہالت میں اور
صرف آنکھیں رہیں بیدار، یہ اچھا تو نہیں

ہم نے یہ رشتے بنائے ہیں محبت کے لیے
تم بنانے لگے ہتھیار، یہ اچھا تو نہیں

لو قلم پھر سے اٹھا لیتا ہوں میں آج سفیرؔ!
اشک بہہ جائیں گے بے کار، یہ اچھا تو نہیں

(۴۰)

ہاں! زندگی اداس ہے، کافی اداس ہے
اس دل کو تیرے ملنے کی موہوم آس ہے

اے عشق! تیرے واسطے لمحہ ہے دل نشیں
بکھرے ہیں بال دوش پہ، میلا لباس ہے

کیسے بھلا بجھے گی یہاں نفرتوں کی آگ
ہر شخص تیرے شہر میں چہرہ شناس ہے

آنکھوں میں اشک، دل میں الم اور تیری یاد
بے مثل زندگی کی یہی تو اساس ہے

کیسے تجھے بتاؤں کہ دل میرا ہے مگر
لبریز تیرے عشق سے اس دل کا تاس ہے

اے عشق! آج راز یہ مجھ پر عیاں ہوا
میں تیرا ہوں لباس تو میرا لباس ہے

کہتا ہے اپنے پیار کو زادِ حیات کیوں؟
کوئی دلیل بھی ہے صنم! یا قیاس ہے

کتنا بھی خوب کیوں نہ ہو کوئی مگر سفیرؔ!
وہ خوبی ہوگی عیب ، اگر ناسپاس ہے

❀

ڈگر کیسی بھی مشکل ہو میں آسانی سے نکلوں گا
سلیقے سے سلگتی آگ کے پانی سے نکلوں گا

شبِ پرنور میں نجم و قمر کے درمیاں نہ ڈھونڈ
نشانِ صبح ہوں سورج کی پیشانی سے نکلوں گا

کسی بھی راہبر کا میں کوئی احساں نہیں لوں گا
الگ پہچان لے کر راہِ انجانی سے نکلوں گا

زمانہ میری ندرت دیکھ کر حیران رہ جائے
کڑکتی دھوپ میں یوں قصرِ برفانی سے نکلوں گا

مِری لغزش پہ ہنستے ہو؟ کسی دن دیکھ لینا تم
چراغِ عقل لے کر بابِ نادانی سے نکلوں گا

مِرے حالات کو مت دیکھ ان تاریکیوں سے ہی
سفیرؔ نور بن کر پوری تابانی سے نکلوں گا

کیا بتاؤں حالِ دل، غم خوار رہنے دیجیے
جو بھی باتیں ہیں انھیں اسرار رہنے دیجیے

زندگی کے دیپ میں بھی کچھ لہو ٹپکایئے
ڈھایئے ہنس کر ستم، اب پیار رہنے دیجیے

چہرے پر یہ مسکراہٹ خوب ہے لیکن جناب
رخ پہ اشکِ غم کے کچھ آثار رہنے دیجیے

اب تلک سویا ہوا تھا بختِ رنجیدہ مگر
اب تو وہ بیدار ہے، بیدار رہنے دیجیے

میرے حصے کی بھی راحت دیجیے ان کو جناب!
میرا کیا ہے ان کو ہی سرشار رہنے دیجیے

آپ اس زحمت سے خود کو دور رکھیے محترم!
میرے کاندھوں پر ہی اپنا بار رہنے دیجیے

صرف پھولوں سے نہیں بنتا گلستاں اے سفیرؔ!
زندگی کی راہ میں کچھ خار رہنے دیجیے

کچھ حسیں خواب میں سجاتا ہوں
بے سبب اشکِ غم بہاتا ہوں

زندگی روز زخم دیتی ہے
ہر نئے غم پہ مسکراتا ہوں

شام کو میں خوشی کے طاقوں پر
آنسوؤں سے دِیا جلاتا ہوں

بادہ خواری کا مجھ کو شوق نہیں
اس بہانے تجھے بھلاتا ہوں

عمر بھر میں تجھے بھلا نہ سکا
اب ذرا مر کے آزماتا ہوں

شہرِ عشاّق میں اندھیرا ہے
ٹھہرو! شمعِ خرد جلاتا ہوں

کس قدر بس گئے ہو مجھ میں تم
آؤ دل میں تمھیں دکھاتا ہوں

نیند آتی نہیں ہے اک پل بھی
تیری یادوں میں شب بتاتا ہوں

میرے الفاظ کو نہ دیکھ سفیرؔ
جوش میں آ کے گنگناتا ہوں

وقت سے ہم گِلہ نہیں کرتے
کام اتنا برا نہیں کرتے

اشک بھی ہوں رخِ تبسم پر
زندگی یوں جِیا نہیں کرتے

حسن والوں سے جا کے پوچھ کہ ہم
کیوں کسی سے وفا نہیں کرتے

کچھ تو پاتے ہی ہوں گے پروانے
بےسبب وہ جلا نہیں کرتے

جن کے دل میں جنونِ الفت ہو
شوقِ خندہ رکھا نہیں کرتے

مہربانی ہے دردِ دل کی سفیرؔ!
ورنہ ہم کچھ لکھا نہیں کرتے

گلوں پہ اشک بہاتی اک اور شام گئی
نقوشِ صبح مٹاتی اک اور شام گئی

دعائے مرگ میں شدت مِری رہی دن بھر
مِرا حواس اڑاتی اک اور شام گئی

شرابِ عشق کے چڑھتے نشے کا تیور دیکھ
خرد کی خیر مناتی اک اور شام گئی

بھٹک نہ جاؤں کہیں رنج و غم کی ظلمت میں
چراغِ عشق جلاتی اک اور شام گئی

کسی کے لب کے تبسم سے میں ہوا گھائل
جفا کا جوش دکھاتی اک اور شام گئی

تمام دن رہا اک انتظار آنکھوں میں
سفیرؔ! مجھ کو رلاتی اک اور شام گئی

ہوا میں ڈال کے خنکی اک اور شام گئی
ضیا کو الوداع کہتی اک اور شام گئی

نہ جانے آئے گی کب فرحتِ حیات مِری
اس انتظار میں ڈوبی اک اور شام گئی

سنا ہے ڈھلتے ہوئے آفتاب کے ہم راہ
تلاشِ جام میں ساقی! اک اور شام گئی

طلب سے شکوہ کناں، آرزو سے رنجیدہ
دلِ ملول سے روٹھی اک اور شام گئی

خبر پتنگوں نے دی آ کے شمعِ محفل کو
جنونِ عشق پہ ہنستی اک اور شام گئی

سفیرؔ! یوں ہی نہیں دل اداس ہے میرا
مِرے دکھوں پہ بلکتی اک اور شام گئی

حسین صبح بھی تم، تاروں بھری رات بھی تم
خیال و فکر میں چھایا ہوا ثبات بھی تم

میں لکھ رہا ہوں محبت کی داستان نئی
موادِ عشق بھی ہو، محورِ نکات بھی تم

لکھوں تو کیسے لکھوں اور کچھ تمھارے سوا
تمھیں قلم بھی ہو، کاغذ بھی ہو، دوات بھی تم

خوشی بھی تم ہو، مِرا غم بھی ہو، نصیب بھی ہو
مِرا سفر بھی تمھی ہو، مِرے جہات بھی تم

لگالو خود ہی مِری بے بسی کا اندازہ
متاعِ موت بھی تم، توشۂ حیات بھی تم

مِری زباں پہ تمھارا ہی نام رہتا ہے
مِرے قلم سے نوشتہ نگارشات بھی تم

سفیرؔ! ہم پہ کھلا راز ایک مدت پر
تمھی ہو قید کی زنجیر بھی، نجات بھی تم

ڈوبے ہیں ہوش مند بھی تیرے خمار میں
حکام بھی کھڑے ہیں صفِ بادہ خوار میں

مجھ کو شرابِ کہنہ کی حاجت نہیں ابھی
ساقی! نہ چھیڑ! گم ہوں ابھی یادِ یار میں

خوش بو وہاں مناتی ہے خیر اپنی رات دن
پھولوں کی زندگی ہے جہاں دستِ خار میں

وہ دور اب گیا کہ گلوں کو تھا امتیاز
کانٹوں کی بالادستی ہے اب لالہ زار میں

کیوں موسمِ خزاں کو نہ حیرت ہو دیکھ کر
گلشن اجڑ رہے ہیں فضائے بہار میں

آنکھوں سے اشک یوں ہی رواں تو نہیں سفیرؔ
دریا ہے تشنگی کا دلِ بے قرار میں

بلادِ عشق پہ سکہ جما رہا ہے کیا؟
بھنور کے بیچ وہ کشتی چلا رہا ہے کیا؟

شریفِ شہر کھڑے ہیں سلیقے سے صف میں
نگاہِ ناز سے شربت پلا رہا ہے کیا؟

زمانہ محوِ سماعت ہے زندگی خاموش
وہ میرے عشق کا قصہ سنا رہا ہے کیا؟

مکانِ رنج میں ہلچل ہے آمد آمد کی
کسی کو عشق کا نسخہ بتا رہا ہے کیا؟

پیے بغیر نشہ چڑھ رہا ہے کیوں سب پر
وہ اپنے دانت سے لب کو دبا رہا ہے کیا؟

اڑی اڑی سی ہے رنگت، نگاہ بھی خم ہے
وہ کوئی راز جہاں سے چھپا رہا ہے کیا؟

جہانِ رنج و الم مسکرا رہا ہے آج
غزل سفیرؔ کوئی گنگنا رہا ہے کیا؟

گمراہ کر کے مجھ کو وہ رہبر چلا گیا
مایوسیوں پہ ڈال کے چادر، چلا گیا

الزام بے وفائی کا ناحق ہے میرے سر
کی جس نے بےوفائی وہ دلبر چلا گیا

آنسو رواں ہوں آنکھ سے کیسے بوقتِ غم
دریا کو خشک کرکے ستم گر چلا گیا

کہتا تھا جس کو شہر کا ہر شخص غم گسار
حالاتِ غم سنائے تو ہنس کر چلا گیا

مشہور تھا جو شہر میں دل جوئی کے لیے
قصہ مِرا سنا تو قلندر چلا گیا

امید اس جہاں میں وفا کی نہ رکھ سفیرؔ
منجدھار میں پھنسا کے شناور چلا گیا

بے سبب کرتے نہیں شکوہ یوں زمانے سے
کب بنا بگڑا ہوا کام گڑگڑانے سے

تو مجھے روک نہ آنے سے یہاں اے ساقی!
دو دِل اٹھے گا ہر پل ترے مے خانے سے

کاسۂ خُم لیے آتا ہے تو کیوں میری طرف
مے پلا آج مجھے آنکھ کے پیمانے سے

آتشِ عشق میں یوں ہی تو نہیں جلتا میں
لذتِ سوزِ وفا پوچھ لے پروانے سے

تیری چاہت کا صلہ ہے یا دعاؤں کا اثر
بحر و بر ملتے ہیں آ کر ترے دیوانے سے

شعر افکار کی اونچائی کو کہتے ہیں سفیرؔ!
کوئی شاعر نہیں بن جاتا غزل گانے سے

تیری بگڑی ہوئی ادا ہو لوں
کوئی گم نام سی صدا ہولوں

سوچا جب تم بدل گئے ہو تو
میں بھی تھوڑا سا بے وفا ہولوں

تیری فرقت میں بیٹھا ہوں تنہا
کیوں نہ یادوں کا قافلہ ہو لوں

کر لیا ہے خودی نے قید مجھے
کر دے چشمِ کرم، رہا ہو لوں

نفرتیں بڑھ رہی ہیں باتوں سے
اس سے بہتر ہے میں خفا ہو لوں

میں تو ٹھہرا سفیرؔ عشق صنم!
چھوڑ تنہا کہ غم زدہ ہو لوں

ابھی تک کشمکش میں ہوں کہ کن حالات پر لکھّوں
سحر کے درد پر لکھّوں کہ بھیگی رات پر لکھّوں

سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ضمنِ قومِ مسلم میں
عروجِ قوم پر لکھّوں کہ میں اوقات پر لکھّوں

بڑی الجھن ہے، دونوں غیرتِ خفتہ کے حامل ہیں
شریفوں پر لکھوں یا پھر کسی بدذات پر لکھّوں

اگر تاریخ لکھنی ہو مجھے ان رہنماؤں کی
نہ لکھّوں ظلم پر تو کون سی خدمات پر لکھّوں

پریشاں ہوں غریبوں کی سسکتی زندگی پر میں
مجھے فرصت ملے تو حالتِ سادات پر لکھّوں

جدھر دیکھو ادھر بس نفرتوں کا بول بالا ہے
میں کیا گرتی ہوئی انسانیت کی بات پر لکھّوں

بھلا میں کیوں سفیرؔ! ان نفرتوں کا تذکرہ چھیڑوں
کہو تو کچھ محبت کی حسیں برسات پر لکھّوں

❀

زمین کیا ہے، زمان پکڑو
کوئی الگ سا جہان پکڑو

رکھا ہی کیا ہے خودی میں یارو!
یقین چھوڑو، گمان پکڑو

ابھی ابھی دل گیا ہے میرا
قدم قدم کا نشان پکڑو

میاں! لگاؤ نشانہ مجھ پر
اٹھاؤ ترکش، کمان پکڑو

اگر مِری جاں ہی چاہیے تو
ہٹاؤ چاہت، سِنان پکڑو

سفیرؔ کا دل ہے غم کا مسکن
خوشی! تم اگلا مکان پکڑو

پھر آج میں نے محبت کی آرزو کر لی
وفا شعار کی پیدا ہر ایک خو کر لی

ہوئی جب ان سے ملاقات خوش نصیبی سے
زبان چپ رہی، آنکھوں نے گفتگو کر لی

مِرے دکھوں سے انھیں مل رہی تھی جو فرحت
خوشی دبا کے تڑپنے کی اپنی خو کر لی

بدل سکا نہ پتنگے کا شوقِ سوزش جب
دلِ حزیں نے یہ حالت بھی ہو بہو کر لی

نہ مل سکا مجھے دنیا میں کوئی اپنا سفیرؔ!
جہاں میں چاروں طرف میں نے جستجو کر لی

قلم اٹھاؤں کہ رکھ دوں کوئی تو سمجھائے
بھٹک رہا ہوں، کوئی راہِ عشق دکھلائے

سسک رہی ہے محبت، تڑپ رہا ہے یہ دل
کوئی طبیب تو اس کے لیے دوا لائے

ہوس پرست محبت نے کیا غضب ڈھایا
یہ عشق اپنے ہی چہرے سے آج شرمائے

وصالِ یار ہو حاصل تو عشق بے مطلب
مزا تو جب ہے کہ دردِ فراق بڑھ جائے

سجا کے رکھتے ہیں چہرے پہ یوں تبسم لوگ
حسین چہرے پہ اک سانپ جیسے بل کھائے

سفیرؔ! کیسا مسیحا ہے تیری بستی کا
گروں میں اور وہ پتھر کا زخم سہلائے

گلشن کا ہر رنگ مٹایا جا سکتا ہے
صحرا کا احساس جگایا جاسکتا ہے

شومیِ قسمت کا سورج اب اگ آیا
ارمانوں کا دیپ بجھایا جا سکتا ہے

وصل کے لمحوں میں کیوں آنکھیں تھیں خاموش
سانسوں پر الزام لگایا جا سکتا ہے

گوشۂ خلوت ہی بس واحد راہ نہیں
اشکِ وفا ہنس کر بھی چھپایا جا سکتا ہے

ساقی! تیری بزم جمانے کی خاطر
شمع کے بدلے دل بھی جلایا جا سکتا ہے

یوں تو نہیں کہتا میں حالِ دل لیکن
آپ اگر سن لیں تو سنایا جا سکتا ہے

عشق جسے کہتے ہیں سفیرؔ! اس دولت سے
عاشق کو دھنوان بنایا جا سکتا ہے

❀

دل مچل جاتا ہے جب شام گزر جاتی ہے
شوق بھڑکاتا ہے جب شام گزر جاتی ہے

قہر ڈھاتی ہے خلش یادوں کی دن میں مجھ پر
عشق تڑپاتا ہے جب شام گزر جاتی ہے

گلشنِ کیف و مسرت کی گلی میں مجھ کو
غم نظر آتا ہے جب شام گزر جاتی ہے

اشک بل کھاتے ہیں رخسار کے میناروں پر
درد اتراتا ہے جب شام گزر جاتی ہے

فرقتِ یار کا یہ دردِ جواں اے ساقی!
بل پہ بل کھاتا ہے، جب شام گزر جاتی ہے

میرے محبوب میں بھی چاند کی خصلت ہے سفیرؔ!
بام پر آتا ہے جب شام گزر جاتی ہے

موت کو ہم بھلائے بیٹھے ہیں
زیست سے لو لگائے بیٹھے ہیں

آیئے کیجیے صدارت آپ
غم کی محفل سجائے بیٹھے ہیں

عشق نے ضبط کا ہنر بخشا
غم ہنسی میں چھپائے بیٹھے ہیں

آج کیوں مے کدے میں اے ساقی!
خار مے خوار کھائے بیٹھے ہیں

میرے اشکوں کو بہنے دے جم کر
خود کو بادل بنائے بیٹھے ہیں

چاند شرما رہا ہے، شاید وہ
رخ سے پردہ اٹھائے بیٹھے ہیں

مے کشوں کو نہ چھیڑ تو ساقی!
زندگی کے ستائے بیٹھے ہیں

نقش تیرا مٹانے کی ضد میں
اپنی یادیں بھلائے بیٹھے ہیں

بند پلکوں کے نیچے دیوانے
آرزوئیں دبائے بیٹھے ہیں

اے سفیرؔ! انتہائے عشق ہے یہ
ان پہ جاں تک لٹائے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوق میں حسن و جمال تیرا رہا
خرد کے گوشوں میں رنگیں خیال تیرا رہا

دعا ہمیشہ خدا سے ترے لیے مانگی
ہمارے دستِ دعا میں سوال تیرا رہا

ہزار کوششیں کر لے چھپانے کی لیکن
بیاں ہے آنکھ سے کل شب جو حال تیرا رہا

نباہِ غم کی مہارت ہمارا حصہ ہے
عطائے غم میں ستم گر! کمال تیرا رہا

جدائی سہہ تو گیا میں سلیقے سے لیکن
متاعِ دردِ جگر کو ملال تیرا رہا

زمیں کا چاند مِری ملکیت میں دے دے بس
رقیب میرے! فلک کا ہلال تیرا رہا

ہزار قیس پھنسے جس کی بندشِ نم میں
سفیرؔ! رنج و الم کا وہ جال تیرا رہا

❀

زندگی کا ہم سے اکثر روٹھ جانا یاد ہے
موت کا آکر ہمیں لوری سنانا یاد ہے

موجِ بحرِ اشک کی طغیانیوں کو روک کر
خواہشوں کی میّتوں پر مسکرانا یاد ہے

انتظارِ یار میں فانوس بن کر آنکھ کا
شمعِ دل کو بام پر شب بھر جلانا یاد ہے

اس ادائے شوخ پر قربان جاتا تھا یہ دل
نام لے لے کر محبت کا ستانا یاد ہے

کیسے بھولیں وہ سحر انگیز منظر عمر بھر
زندگی کا موت سے نظریں ملانا یاد ہے

کیا بتائیں کس قدر نادر ہمارا قصہ تھا
زخم کا خود زخم پر مرہم لگانا یاد ہے

داد دیتا ہوں ترے حسنِ نظر کی ساقیا!
تشنگی دل کی ترا ہنس کر بڑھانا یاد ہے

اب سفیرؔ دل بھلا بیٹھا ہے ہر اک یاد پر
آئینۂ دل پہ تیرا عکس آنا یاد ہے

❀

امواجِ تغزل کی روانی کے لیے تھے
''موزوں مِرے حالات کہانی کے لیے تھے''

کچھ وقت نے بھر ڈالی مِرے زخم کی کھائی
کچھ ابھرے ہوئے زخم نشانی کے لیے تھے

بہتا ہے جو آنکھوں سے مِری، اشک کی صورت
آلام و مصائب اسی پانی کے لیے تھے

خالی تھی مِری جھولی تمنا کے گہر سے
کچھ تنکے فقط ہستیِ فانی کے لیے تھے

یہ سوچ کے ہی شمع بجھا ڈالی کسی نے
پروانے کئی جان فشانی کے لیے تھے

یہ قصۂ فرہاد، یہ مجنوں کی کہانی
بازارِ محبت میں گرانی کے لیے تھے

جن لفظوں سے آتی تھی مہک عشق کی تم کو
وہ لفظ فقط راز بیانی کے لیے تھے

دشمن جو سفیرؔ! اپنے تھے، وہ سب تھے بہی خواہ
احباب فقط درد رسانی کے لیے تھے

(۶۳)

غم ترا لفظ سے جس وقت سنور جائے گا
حالِ دل میرا بھی کاغذ پہ اتر جائے گا

ہر قدم سوچ کے رکھ راہِ عمل میں ورنہ
توشۂ زیست یہ لمحوں میں بکھر جائے گا

چڑھ گیا آج نشہ جامِ نگہ کا دل پر
بادہ خانے کے سوا اب یہ کدھر جائے گا

ظلم ڈھانا ہے تو یہ سوچ کے ڈھانا ظالم!
آسمانوں سے پرے دردِ جگر جائے گا

زہر پینے کی ضرورت نہیں ہوگی اس کو
تیرا عاشق تو ترے نام پہ مر جائے گا

سوزشِ دل کی تمازت میں بڑی شدت ہے
مجھ کو لگتا ہے سفیرؔ آج نکھر جائے گا

سر میرے حوصلے کا قلم کر سکی نہ موت
لو شمعِ زندگانی کی کم کر سکی نہ موت

کچھ یوں ہوا کہ چہرے پہ زردی سی چھا گئی
اس سے زیادہ مجھ پہ ستم کر سکی نہ موت

مرنے کے بعد بھی تو تڑپتا ہے میرا دل
جو دردِ عشق کا ہے وہ کم کر سکی نہ موت

آ کر بڑی خوشی سے مِری جان لے گئی
میں ایسے مسکرایا کہ غم کر سکی نہ موت

زندہ رہوں گا حشر کے دن تک حروف میں
مجھ کو تو مبتلائے الم کر سکی نہ موت

سوچا میں مر گیا تو چلا آئے گا سفیرؔ!
لیکن ترا وصال بہم کر سکی نہ موت

بات کیا ہے کہ کلی قیدیِ تنہائی ہے
کون روٹھا ہے کہ گلشن میں خزاں آئی ہے

ایک مدت پہ یقیں آ تو گیا تجھ کو صنم!
آہ دل کی مِرے، تیرے لیے شہنائی ہے

جانے کیوں اب بھی نگاہوں میں نہیں کوئی دھنک
رنگ یہ قوسِ قزح تک کے چرا لائی ہے

بے سبب پھول پریشاں تو نہیں گلشن میں
بوند شبنم کی کسی برگ سے ٹکرائی ہے

آ کے لگ جاتے ہیں وہ سینے سے میرے اکثر
کیا ہے یہ؟ عشق ہے یا حیلۂ رسوائی ہے؟

بے سبب کالی گھٹائیں تو نہیں ہیں مایوس
زلف جو رخ پہ ترے شان سے لہرائی ہے

راس آرام سفر میں سفیرؔ! آئے کیسے
میرا دل کشتیِ آلام کا شیدائی ہے

میری ہر سعی پرخطا ٹھہری
زندگی بھی ذرا ذرا ٹھہری

عشق کا جرم ہوگیا سرزد
نیند کی بے رخی سزا ٹھہری

اس کی نفرت بھی داستانِ جنوں
عاشقی بھی مِری جفا ٹھہری

مجھ کو ہے وصل کا مرض یارو!
اس کی قربت مِری دوا ٹھہری

کام تھا عشق تاحیات جناب!
اور پھر تشنگی جزا ٹھہری

جب سے زخمِ جگر ملا ہے سفیرؔ!
شاعری جینے کی ادا ٹھہری

کیا بتائیں آپ کو اس عشق کی بربادیاں
دردِ دل، سوزِ جگر، ناکامیاں، رسوائیاں

فائدے پر عقل والے رکھتے ہیں اپنی نظر
عشق والوں کو نہیں آتا نظر سود و زیاں

چاند! تیری چاندنی دل کش تو ہوتی ہے مگر
شمعِ دل کے سامنے مدّھم ہیں سب رنگینیاں

جب سے میں نے پی ہے مے تیری نظر سے ساقیا!
علم والوں سے بھی آگے ہیں مِری نادانیاں

دیکھیے لڑتا ہے کیسے میری ہستی کا چراغ
ہر طرف سے حملہ ور ہیں یاد کی پروائیاں

آ گئی ہے میری غزلوں میں بھی کیا ہلکی کشش؟
بڑھ رہی ہیں اے سفیرؔ! اب عشق کی جولانیاں

جبّۂ شوق میں پیوند لگایا جائے
آؤ محفل پہ نیا رنگ چڑھایا جائے

چل ذرا سر کو پٹک کر درِ ظلم و شر پر
بختِ خفتہ کی امیدوں کو جگایا جائے

آج جانا ہے ہمیں چاند سے باتیں کرنے
سوزشِ دل کی تمازت کو بڑھایا جائے

ساقیا! سینچ ذرا جامِ نظر سے ان کو
غم کے سوکھے ہوئے پھولوں کو کھلایا جائے

موت بھی رقص کرے جس پہ بصد ناز و ادا
زیست کے ساز پہ وہ نغمہ سنایا جائے

درد پستی کا زمیں جھیلے گی آخر کب تک
رنگِ افلاک کو اب فرش پہ لایا جائے

عشق کی آگ بجھانی ہے تو ساتھ آؤ مِرے
آنکھ سے اشک نہیں خون بہایا جائے

آج لائی ہے صبا درد کی آمد کا پیام
دل کے ٹکڑوں سے ذرا گھر کو سجایا جائے

رنگِ فرقت، جو چڑھا ہے مِری شاموں پہ سفیرؔ!
شوخیِ صبح کو وہ رنگ دکھایا جائے

❁

کسی گل سے شاید خطا ہوگئی ہے
مخالف چمن کی صبا ہو گئی ہے

نہ جانے اخوت کی دل کش ادا کیوں
دیارِ ستم سے جدا ہو گئی ہے

غمِ ظلمتِ عقل و دانش میں رونا
دلِ مبتلا کی ادا ہو گئی ہے

چلو غم کے ماروں سے چل کر یہ پوچھیں
خوشی بخت سے کیوں خفا ہوگئی ہے

دِیا بن کے جلتی ہوئی شام میری
پتنگے کی خاطر قضا ہو گئی ہے

نمازِ تغزل قضا جو ہوئی تھی
سفیرؔ! آج مجھ سے ادا ہو گئی ہے

خوشی کے مرض کی دوا ہو گئی ہے
مِری شام صبحِ دغا ہوگئی ہے

وہ ننھی سی ہستی پتنگے کی شاید
دِیے کی تپش پر فدا ہوگئی ہے

ہمیشہ نمی ہے رخِ آرزو پر
نگاہوں کی صنعت وبا ہو گئی ہے

سزا دے مجھے ساقیا! اس خطا کی
شرابِ صبوحی قضا ہوگئی ہے

یہ کس نے ہواؤں میں گیسو بکھیرے
بڑی خوب صورت فضا ہوگئی ہے

قدم کس نے رکھا ہے اس دشتِ دل میں
گلوں سے معطر ہوا ہو گئی ہے

سفیرؔ! آسماں سے زمیں کی حدوں تک
مِری شخصیت کیا سے کیا ہو گئی ہے

❀

عشق! تڑپا نہ ہمیں ورنہ بکھر جائیں گے
اشک بن کر رخِ ہستی پہ ٹھہر جائیں گے

ساقیا! ایسے نگاہیں نہ چرا سامنے آ
یہ شرابی تِری آنکھوں کے کدھر جائیں گے

دشمنو! فکر ہماری ہے تمھیں کیوں اتنی؟
شوق مر جائے گا تو ہم بھی گزر جائیں گے

کھینچ لائیں گے سبھی درد و الم لوگوں کے
شہر میں کاسۂ غم لے کے جدھر جائیں گے

اے صبا! لا دے مرے واسطے خوش بوئے صنم!
دل کے بگڑے ہوئے حالات سنور جائیں گے

سوزشِ دردِ جگر ہم میں ہے حد سے زائد
شمع شرمائے گی محفل میں اگر جائیں گے

ہم تو چہرے کی شرافت کے بھروسے تھے سفیرؔ!
کیا خبر تھی کہ وہ وعدوں سے مکر جائیں گے

❀

محفلِ درد سے اٹھ جاؤں، یہ منظور نہیں
اے طرب! اوروں کی مانند میں مجبور نہیں

عقل کی بات کرے دشتِ جنوں میں آ کر
ساقیا! اتنا ابھی دل مِرا مخمور نہیں

چند لمحوں میں بدل جائے مِری بات کا رنگ
وعدۂ عشق کوئی قصۂ مخطور نہیں

وصل کا اک رخِ ناشاد نکل آیا ہے
دردِ فرقت ترے آجانے سے مسرور نہیں

ڈٹ کے یہ سامنا کرتی ہی رہے گی دن رات
زندگی میری سیہ بختی سے مفرور نہیں

میں نے مانا کہ تڑپ اٹھتا ہے اکتا کے کبھی
شامِ فرقت! تِری سختی سے یہ دل چور نہیں

دن میں ملتے ہیں چلو ٹھیک ہے چھپ چھپ کے مگر
شب کی تاریکی میں نظّارۂ محصور نہیں

گرمیِ شوق سے پگھلا دے مِرا دردِ جگر
قربتِ یار ابھی اتنی بھی محرور نہیں

تیری شیریں نے تو حد کردی وفاداری کی
تو مگر عشق میں فرہاد سا مشہور نہیں

صرف تقلیدِ خرد طرزِ تعصب ہے سفیرؔ!
دل بھی حاکم ہے میاں! عقل کا مزدور نہیں

وہ ایک شخص جو یہ سائبان چھوڑ گیا
زمیں پسند نہ تھی آسمان چھوڑ گیا

شبِ فراق ملا تھا جو بے رخی سے تِری
وہ زخم بھر کے بھی اپنا نشان چھوڑ گیا

خدا ہی خیر کرے گلستاں کی کلیوں کی
انھیں مگس کے لیے باغبان چھوڑ گیا

نہ جانے کیسے ملے گا نشانِ منزل اب
سفر کے بیچ مجھے مہربان چھوڑ گیا

مِرے خیال کی تنہائیاں مٹانے کو
نظر کے تیر، جگر کا کمان چھوڑ گیا

حیات رنگ دکھاتی رہی جسے ہر دم
جو آئی موت تو سب آن بان چھوڑ گیا

جسے زمانہ مِرا دل سمجھ رہا ہے سفیرؔ!
وہ اپنے پیچھے یہ خالی مکان چھوڑ گیا

زندگی خود زندگی سے ایسی انجانی ہوئی
اجنبی لگنے لگی ہر شکل پہچانی ہوئی

عقل والے استفادے کی طلب میں آ گئے
اس قدر مشہور ساقی! میری نادانی ہوئی

دید کے قابل تھا وہ منظر قضائے دہر کا
شعلہ خصلت وہ جبیں جب شرم سے پانی ہوئی

اے رقیبِ عشق! مشکل تھا بہت جلنا مگر
شمعِ دل کو تیرے ہی آنے سے آسانی ہوئی

ساری کلیوں پر حکومت چل رہی تھی خار کی
گلستانِ شوق میں کچھ روز من مانی ہوئی

عقل کی الجھی ہوئی راہیں بڑی تاریک تھیں
ظلمتِ ہستی میں ضوے دل سے تابانی ہوئی

اب نہیں آتا کوئی بھی خواب راتوں کو سفیرؔ!
آرزوؤں کے نگر میں کیوں یہ ویرانی ہوئی

❀

اک کلی ہے گلشنِ آفاق میں کِھلتی ہوئی
زندگی ہے منزلوں کی راہ پر بڑھتی ہوئی

اس کو کمتر کیوں سمجھتے ہو غلط فہمی میں ہو
پھونک سکتی ہے مکاں چنگاری یہ بجھتی ہوئی

اب چلے بھی آیئے نا! فاصلوں کو لانگھ کر
راہ کب تک دیکھے چشمِ آرزو دُکھتی ہوئی

مانتا ہوں جسم پر اس کا اثر ہوتا نہیں
چھلنی کرتی ہے جگر کو گفتگو چبھتی ہوئی

آ گیا سورج پیامِ صبح لے کر ساقیا!
ہر کلی اب اٹھ رہی ہے آنکھ کو ملتی ہوئی

یہ بدن تو اک قفس ہے طائرِ ارواح کا
کٹ رہی ہے زندگی اس دشت میں گھٹتی ہوئی

جانے کیسا جام میں نے پی لیا ہے ساقیا!
روح پر بھی چھا گئی ہے بےخودی بڑھتی ہوئی

راکھ بن کر اڑ گئی شاید ہواؤں میں سفیرؔ!
انتہائے شوق میں ہر آرزو جلتی ہوئی

روتا ہے دل حیات کے افلاس پر سفیرؔ!
اک جان تنگ ہوگئی انفاس پر سفیرؔ!

گر پڑ کے چل رہی ہیں مرے دل کی دھڑکنیں
چھائی ہے بےخودی سی ہر اک سانس پر سفیرؔ!

کیا ہو گیا ہے عقل کے ماروں کو یہ بتا
قدغن لگائے بیٹھے احساس پر سفیرؔ!

شاید مِری تلاش میں پھر لوٹ آؤ تم
زندہ ہوں درد سہہ کے اسی آس پر سفیرؔ!

اس کے ہر ایک گوشے کا تم لے لو جائزہ
بکھری ہے زندگی مِری قرطاس پر سفیرؔ!

متاعِ جاں کو لٹانے کے بعد آئے ہیں
وفا کا فرض نبھانے کے بعد آئے ہیں

یہ سارے رند ترے مے کدے میں اے ساقی!
خودی سے آنکھ لڑانے کے بعد آئے ہیں

ہمارا عزم کسی زور سے نہ ٹوٹے گا
جنون سر پہ چڑھانے کے بعد آئے ہیں

اسے نہ آئے گی اب نیند رات بھر ساقی
کچھ ایسا راز بتانے کے بعد آئے ہیں

غزل کی شکل میں اہلِ سخن کی محفل میں
دلوں کی آہ سنانے کے بعد آئے ہیں

رخِ سفیرؔ پہ بس مسکراہٹیں ہوں گی
ہم اس کے غم کو لبھانے کے بعد آئے ہیں

جب بھی وہ بام پہ آئیں تو غضب ہوتا ہے
چاند کو چاند دکھائیں تو غضب ہوتا ہے

ہم کو تم بھول بھی جاؤ تو کوئی بات نہیں
تم کو ہم یاد بھی آئیں تو غضب ہوتا ہے

جب بھی بھولے سے مِرے پاس تمھاری خوش بو
کھینچ لاتی ہیں ہوائیں تو غضب ہوتا ہے

شدتِ غم سے پریشان ان آنکھوں کی طرح
سرخ ہوتی ہیں فضائیں تو غضب ہوتا ہے

لغزشیں کرنے پہ ملتی ہیں سزائیں ہم کو
ہوں نہ سرزد جو خطائیں تو غضب ہوتا ہے

ہم پہ لگ جاتا ہے الزام تعصب کا سفیرؔ!
جشن غم کا نہ منائیں تو غضب ہوتا ہے

محفل میں کوئی دکھ نہ اٹھانا پڑا ہمیں
بس یہ ہوا کہ دل کو جلانا پڑا ہمیں

پوچھا رقیبِ یار نے کچھ اس ادا سے کل
رازِ دروں سے پردہ اٹھانا پڑا ہمیں

جو آگ لگ گئی تھی محبت کے نام کی
خونِ جگر سے اس کو بجھانا پڑا ہمیں

پھولوں سے جب بہار نے ملنے نہیں دیا
کانٹوں سے گلستاں کو سجانا پڑا ہمیں

ظالم ترے خیال میں کیا کیا نہیں کیا
پلکوں پہ دشمنوں کو بٹھانا پڑا ہمیں

تم کو کمالِ اوج پہ لے جانے کے لیے
خود کو ہزار بار گرانا پڑا ہمیں

جب ساتھ چھوڑ ڈالا تخیل نے اے سفیرؔ!
حالِ تباہ سب کو بتانا پڑا ہمیں

❀

جو مٹ چکے کتاب سے وہ حاشیے بھی دیکھ
قرطاس کے بگڑتے ہوئے دائرے بھی دیکھ

ہر وقت موت سے یہ شکایت فضول ہے
کچھ تو غمِ حیات کے شکوے گلے بھی دیکھ

الزام بے حسی کا لگا تو دیا مگر
جو راہ تکتے گل ہوئے وہ قمقمے بھی دیکھ

پتھر نہ مار اس کو تو بے جاں سمجھ کے دوست!
دریا میں سانس لیتے ہوئے بلبلے بھی دیکھ

جو نقش تیری یاد کے ابھرے تھے ذہن پر
ان کو تو اپنی آنکھ سے مٹتے ہوئے بھی دیکھ

صرف اپنے دردِ دل کی دہائی نہ دے سفیرؔ!
میری نگاہِ شوق میں جلتے دِیے بھی دیکھ

آنکھوں میں جو میری تو کاجل کی طرح ہوگا
کانٹوں کا بچھونا بھی مخمل کی طرح ہوگا

جو درد جدائی کا شہ دے گا محبت کو
وہ عشق کے پیروں میں پایل کی طرح ہوگا

جو زخم سے ٹپکے گا وہ ہوگا لہو جیسا
جو آنکھ سے برسے گا بادل کی طرح ہوگا

جب جھانک کے دیکھو گے تم عقل کے گوشے میں
اک شخص وہاں خنداں پاگل کی طرح ہوگا

کیا جاؤں سفیرؔ! اس کو فریاد سنانے میں
گلشن بھی ستم گر کا مقتل کی طرح ہوگا

گلابِ گلشنِ دل رنگ لانا بھول جاتے ہیں
بہارِ زیست کا منظر دکھانا بھول جاتے ہیں

ہمیں بھی خواہشِ فرحت ہے لیکن کیا کریں ساقی!
دلِ مضطر کے آگے مسکرانا بھول جاتے ہیں

محبت خوب صورت اک بھنور ہے اے مرے یارو!
چلے جائیں جو اس میں، لوٹ آنا بھول جاتے ہیں

تمھارا نام سنتے ہی نہ جانے کیوں مِرے دلبر!
طبیبِ زخمِ دل نشتر لگانا بھول جاتے ہیں

زمانہ پھر بڑی حیرت سے تکتا ہے ہمیں یارو!
جو وقتِ صبح شمعِ دل بجھانا بھول جاتے ہیں

ہمیں مل جاتی ہے جب صحبتِ تنہائی کمرے میں
لبوں پر دوستوں کا ذکر لانا بھول جاتے ہیں

ہمیشہ عہد کرتے ہیں سفیرؔ! اس کو مٹانے کا
ہمیشہ عشق کے نقشے مٹانا بھول جاتے ہیں

یہ رنج کا گلشن ہے، تنہائی کا ہمدم ہے
اے شوق! بتا تجھ کو کس بات کا اب غم ہے

گرتا ہے جو آنکھوں سے چبھتا ہوا یہ پانی
رخسار کے غنچے پر اشکوں کی یہ شبنم ہے

پھر نکلوں محبت کے رستے پہ؟ میں پاگل ہوں؟
پہلے جو ملا تھا، وہ کیا دردِ جگر کم ہے

آ دیکھ ذرا شوقِ ناکام کی بربادی
جو سر نہیں جھکتا تھا، مے خانے میں وہ خم ہے

کیا جذبہ محبت کا دنیا میں نہیں باقی؟
کیوں دل کے مکانوں میں ویرانی کا عالم ہے؟

ساقی! ترے مے خانے کی اب مجھ کو نہیں حاجت
یہ تشنہ لبی میری میرے لیے زم زم ہے

کس نے یہ غزل تیری چھیڑی ہے سفیرؔ! آ کر
انداز نیا سا ہے، بدلا ہوا سرگم ہے

ایک اک نقش ترا دل سے مٹائیں گے کبھی
تیری محفل میں نہ پھر لوٹ کے آئیں گے کبھی

شبنمی بوندوں کو جلنے کا سکھائیں گے ہنر
صبح کو شام کی محفل میں بلائیں گے کبھی

نزع طاری ہے تری دید کی خواہش لے کر
روٹھ مت ہم سے کہ اب ہم نہ منائیں گے کبھی

ہو جو لفظوں سے بیاں اس کو محبت نہ سمجھ
عشق کیا چیز ہے، ہم تجھ کو دکھائیں گے کبھی

وقت تو آنے دے، چلنے تو دے سکہ اپنا
قصۂ عشق زمانے کو سنائیں گے کبھی

دل ہے اک بیگانہ مجھ میں
عشق! نہ تم گھبرانا مجھ میں

عشق! تو جب بے گھر ہو جانا
غم بن کر رہ جانا مجھ میں

عقل سے کب بنتی ہے میری
رہتا ہے دیوانہ مجھ میں

مجھ کو اپنا علم نہیں ہے
شخص ہے اک انجانا مجھ میں

جھانک کے میرے اندر دیکھو
کون ہے یہ فرزانہ مجھ میں

کیوں لوگوں کو دکھ دیتا ہے
آپ کا آنا جانا مجھ میں

جا تو رہے ہو جاؤ لیکن
پھر نہ پلٹ کر آنا مجھ میں

کہہ دو خوشی سے، پاس نہ آئے
غم کا ہے کاشانہ مجھ میں

دردِ فراقِ یارِ ستم گر
چھوڑ دے اب بل کھانا مجھ میں

آج سفیرؔ غم کو دیکھو
بیٹھا ہے بیگانہ مجھ میں

❀

آپ ایسے نقاب سے نکلے
جیسے خوش بو گلاب سے نکلے

ہم جو ڈوبے تو روشنی لے کر
مطلعِ آفتاب سے نکلے

لوگ حیرت سے مرگئے سارے
ہم جو تیرے جناب سے نکلے

رخ سے پردہ وہ یوں ہٹاتے ہیں
چاند جیسے سحاب سے نکلے

جانے کیسی پلادی ساقی نے
راز سارے حجاب سے نکلے

رہنماؤں کی نیند ہوگی حرام
یہ رعایا تو خواب سے نکلے

کس کی اس پر نگاہ ٹھہرے گی
کیا حقیقت سراب سے نکلے

ہم بھی شاعر ہوئے سفیرؔ! اس وقت
غم جب ان کے، حساب سے نکلے

اے عشق! ترا قلب میں آنا نہیں اچھا
آیا ہے تو پھر روٹھ کے جانا نہیں اچھا

آئے ہیں پتنگے بھی یہاں دور سے ساقی!
محفل میں ابھی شمع جلانا نہیں اچھا

یہ ڈوب نہ جائیں کہیں اشکوں کی ندی میں
خوابوں کو نگاہوں میں بسانا نہیں اچھا

میں بھول تو جاؤں اسے لمحوں میں، مگر لوگ
کہتے ہیں کہ ہر بات بھلانا نہیں اچھا

جب حسنِ سحر خیز کی تعظیم میں اے دل!
جھک جائیں نگاہیں تو اٹھانا نہیں اچھا

اے نالۂ فرقت! کبھی تو چپ بھی رہا کر
ہر وقت ترا شور مچانا نہیں اچھا

پھر کون بچائے گا انھیں دستِ ستم سے
کانٹوں کو گلستاں سے ہٹانا نہیں اچھا

اک دن ترے اعصاب پہ ہو جائے گا قابض
اس شوشۂ الفت کو بڑھانا نہیں اچھا

چھا جاتی ہیں افلاکِ تمنا پہ گھٹائیں
زلفوں کو ترا چہرے پہ لانا نہیں اچھا

کچھ اوجِ تخیل تو سفیرؔ اپنا دکھاؤ
حالات سے اشعار بنانا نہیں اچھا

آرزوؤں کی نظر میں بےزباں ہے زندگی
حسرتوں کے واسطے بحرِ زیاں ہے زندگی

مرقدِ تحت الثریٰ کی خامشی کا نام ہے
کہہ دیا کس نے یہ تم سے، آسماں ہے زندگی

عالمِ ہستی کسی دن یہ فنا ہو جائے گا
عالمِ فانی میں بے نام و نشاں ہے زندگی

کچھ نظر آتا نہیں اپنی بقا کو چھوڑ کر
جس میں دھندلاتی ہیں آنکھیں وہ سماں ہے زندگی

دے شرابِ جستجو ہم پی کے کھو جائیں کہیں
بے خودی طاری نہ ہو تو رائگاں ہے زندگی

عقل کہتی ہے کہ دل کش ہے نشانِ زیست پر
دل سے پوچھو تو فقط آہ و فغاں ہے زندگی

زندگی کو زندگی کہنا روا لگتا نہیں
زندگی تو دشت ہے، بولو! کہاں ہے زندگی

اصل آتش تو فنائے ہست میں روپوش ہے
سوزشِ ہستی کا دھندلا سا دھواں ہے زندگی

دی طوالت تو ہوا لمبا یہ مضمونِ حیات
مختصر الفاظ میں، بس جسم و جاں ہے زندگی

درد نے کچھ اس طرح سے زخم پر چھڑکا نمک
اشک کی صورت نگاہوں سے رواں ہے زندگی

کشتیِ دل تو چلا اس میں سلیقے سے سفیرؔ!
موجِ بحرِ درد و رنجِ بیکراں ہے زندگی

لبِ فسردہ پہ روٹھی ہنسی سجانے میں
لہو ٹپکتا ہے آنکھوں سے مسکرانے میں

بدن کی قید سے آزاد کردے اب مجھ کو
سِسک رہی ہے مِری روح قید خانے میں

بڑا حسین تھا طرزِ بیان ظالم کا
حقیقتیں تھیں نہاں اس کے شاخسانے میں

قدم قدم پہ نہ تو اپنے دوستوں کو پرکھ
یہ دوستی نہ بکھر جائے آزمانے میں

سنبھل کے چلنے کا یہ درس خوش نما ہے مگر
الگ مزہ ہے اتالیق! ڈگمگانے میں

جو ایک لمحے میں لغزش جھکائے دیتی ہے
حیات لگتی ہے ناداں! وہ سر اٹھانے میں

کرے گا کون ترے جیسی غم کی دل داری
سفیرؔ! تجھ سا نہیں کوئی اس زمانے میں

❀

دبی دبی، اڑی اڑی، دکھی دکھی رہی یہاں
فنا کے خوف کے نشانے پر تھی زندگی یہاں

فنا مجھے گزار دے جہاں کے پل صراط سے
سِسک سِسک کے کٹ رہی ہے میری زندگی یہاں

سمندروں سے دشمنی خرید لی ہے اس لیے
بجھا رہا ہوں ریت سے میں اپنی تشنگی یہاں

جہالتوں کے ہاتھ میں ہے سلطنت کی باگ ڈور
بھٹک رہا ہے دربدر شعورِ آگہی یہاں

اطاعتوں کا نام مٹ گیا ہے اس جہان سے
محال کے قریب ہے ادائے بندگی یہاں

کوئی نہیں ملا مجھے جسے ندیم کہہ سکوں
ہر ایک آشنا بنا ہوا ہے اجنبی یہاں

ملے گا کب بھلا اسے نشانِ آرزوئے نم
بھٹک رہی ہے جستجو کبھی وہاں کبھی یہاں

بہت طویل ہے ستم کی داستان ہم نشیں!
رقم کیے گئے ہیں چند نکتے سرسری یہاں

سفیرؔ! تم خموش ہو!! چلو اٹھو! لکھو ذرا
قلم کی نوک سے مچا دو آج کھلبلی یہاں

نہ جانے کیسی کشش عشق کے خمار میں ہے
امیرِ شہر بھی ساقی تِری قطار میں ہے

نکل چکی ہے مِری روح قید خانے سے
مگر یہ دل کا پرندہ ابھی حصار میں ہے

فنا سے بھاگ کے ملتی نہیں بقا ساقی
بقا تو حلقۂ انفاس سے فرار میں ہے

حسیں بناتی ہے دنیا کو بے قراری بھی
یہ کس نے تم سے کہا، زندگی قرار میں ہے

یہاں تو رہتے ہیں سوداگرانِ نقش و نگار
سفیرؔ! آپ کی تخلیق کس شمار میں ہے

چلے آئے دنیا سے حیران ہوکر
تِرے مے کدے میں پریشان ہوکر

ہمیں بھی دکھائی غلط راہ تم نے
بھٹکتے رہے ہم بھی انجان ہوکر

سبھی غم چلے آئے میری طلب میں
دلِ ناتواں کے لیے جان ہوکر

تِری بے رخی روز گھر کر رہی ہے
مِرے ذہن میں ایک خلجان ہوکر

کہاں چل پڑے آپ قرطاسِ دل سے
کتابِ محبت کا عنوان ہوکر

سفیرؔ! آج طرزِ تغزل ہمارا
سکوں ڈھونڈتا ہے پریشان ہوکر

تِرا خمار نکل جائے آرزو لے کر
مِری نگاہ سے بہتا ہوا سبو لے کر

مجھے طلب نہیں اب گلستاں کی کلیوں کی
مہک رہا ہے گلِ درد تیری بو لے کر

مِرے خیال کی بندش کو توڑ کر نکلا
نشانِ آرزو منزل کی جستجو لے کر

نہ پوچھ مجھ سے کہ یہ تلخ مزاجی کیوں ہے
بکھر گیا ہوں کئی جامِ ترش رو لے کر

سفیرؔ! کیسے سناؤں میں حالِ دل اپنا
چلا گیا ہے کوئی طرزِ گفتگو لے کر

عشق پر کوئی تہمت لگا دیجیے
بےخطا کو خطا کی سزا دیجیے

آیئے حال کی بات کھل کر کریں
آج کچھ دیر ماضی بھلا دیجیے

بجھ نہ جائے کہیں حسرتوں کا دِیا
سوزشِ دل کو تھوڑی ہوا دیجیے

ہو گئی ہے عدم سے مِری دوستی
ہست سے نام میرا مٹا دیجیے

آپ محرومِ لعل و گہر ہیں اگر
لیجیے اشک میرے لٹا دیجیے

توڑنا ہے ہمیں کبر مہتاب کا
اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیجیے

کاسۂ لب میں بھر کر شرابِ لقا
تشنگی تشنہ لب کی بجھا دیجیے

زندہ رہنا ہے دنیا میں مجھ کو ابھی
آ کے دردِ جگر کی دوا دیجیے

کب تک اس درد کے ساتھ پھرتا رہوں
اے سفیرؔ! آکے مجھ کو ہنسا دیجیے

❀

کچھ ایسے حادثات سے دوچار ہو گئے
ہم اپنی زندگانی سے بیزار ہو گئے

گہرا تھا زخم اتنا دلِ بیقرار کا
سارے طبیب دیکھ کے بیمار ہوگئے

اس بحرِ کارزار میں کیسے سفر کریں
سارے سفینے رشتوں کے منجدھار ہو گئے

اب فرحتوں کی ہم کو طلب ہی نہیں رہی
غم اس قدر ملے ہیں کہ سرشار ہو گئے

شبنم کی بوند قطرے بنے میرے اشک کے
کانٹے بھی لمسِ یار سے گلزار ہو گئے

تیری شراب پی تو خودی دل پہ چھا گئی
جذبات جتنے سوئے تھے بیدار ہوگئے

کیسے یہاں کی سوچ کا موسم بدل گیا
دشمن ہمارے شہر کے دلدار ہوگئے

چلمن اٹھا پلک کا جو آنکھوں سے یک بہ یک
افشاں نگاہِ یار کے اسرار ہو گئے

جب بھی جلائی ہم نے محافل میں شمعِ جاں
پروانے جاں لٹانے کو تیار ہو گئے

ان کو سفیرؔ! میں نے غزل میں جو دی جگہ
حالاتِ دل بلندیِ افکار ہو گئے

❀

رنگیں مزاج دہر کے ابرار ہو گئے
خلوت پسند صاحبِ دربار ہو گئے

سونی پڑی ہیں مسجدیں، کیا کیجیے گا اب
زاہد ہمارے عہد کے مے خوار ہو گئے

تاریخ میں نہ ہوگا کہیں ان کا تذکرہ
حامی جو حق کے حاشیہ بردار ہو گئے

امید جو تھی امن کی معدوم ہو گئی
شدت پسند مالک و مختار ہوگئے

جائے پناہ ڈھونڈتا پھرتا ہوں دربدر
ایوانِ امن شہر کے مسمار ہو گئے

دھیمی ہو کیوں نہ شرحِ ترقی جناب! جب
عشرت پسند قوم کے معمار ہو گئے

اللہ ہی بچائے سفیرؔ! آبروئے فن
لاعلم اس زمانے کے فنکار ہو گئے

(۹۷)

زندگی جس پہ ایستادہ ہے
ایک بھولا ہوا سا وعدہ ہے

شمعِ محفل جلائی جائے میاں!
دل کو بھڑکانے کا ارادہ ہے

درحقیقت ہزار غم ہیں ہمیں
یہ تبسم تو اک لبادہ ہے

ساری خوشیاں سمیٹ لے گا تِری
دستِ فرقت بہت کشادہ ہے

اشک جو بہہ رہا ہے آنکھوں سے
ان کی نفرت سے استفادہ ہے

کشمکش میں پڑا ہے دل میرا
عشق مے خانہ ہے کہ بادہ ہے

زندگی کیا ہے؟ پوچھ مجھ سے سفیرؔ!
ایک کاغذ ہے جو کہ سادہ ہے

❁

اس نیند کا زندان ہٹا کر دیکھو
تم خواب کو تعبیر بنا کر دیکھو

کمیاب تمھیں عشق نظر آئے گا
تم درد کی تنویر سجا کر دیکھو

نخچیر کے انداز بدل جاتے ہیں
صیاد! ذرا دام میں آکر دیکھو

تم موت کی آغوش میں سو جاؤ گے
ہاتھوں سے مِرا نقش مٹا کر دیکھو

تاریک درِ قلب نظر آئے گا
احساس کی شمعوں کو بجھا کر دیکھو

اس بار سرِ عام سفیرؔ! اس دل کی
فریاد خرد کو تو سنا کر دیکھو

اے مِرے دردِ تم کیا سے کیا ہو گئے
دل کی خاموشیوں کی صدا ہو گئے

شاہراہِ منازل سے منہ موڑ کر
تم جو بھٹکے تو ہم رہنما ہو گئے

ہجر تو عاشقوں کے لیے جام ہے
کون کہتا ہے تم بے وفا ہو گئے

دردِ زخمِ جگر کی ہوئی انتہا
تم مِری زیست کا مدعا ہو گئے

آپ کیا آگئے گلشنِ عشق میں
صبح کے زاویے بھی صبا ہو گئے

اے سفیرؔ! ان کا رنگِ وفا رات دن
دیکھتے دیکھتے ہم جفا ہو گئے

آنکھ سے آنسو اگر کوئی اتر جائے تو
بول کیا ہوگا اگر سانس ٹھہر جائے تو

خواہشیں روز پٹختی ہیں جبیں پتھر پر
تیرا کیا ہوگا مِرا شوق بھی مر جائے تو

ہر گھڑی صبحِ بہاراں کی للک مجھ کو نہیں
کیا ہوا مجھ پہ اگر شام گزر جائے تو

آپ کے شہر میں یہ دل نہیں جائے گا اب
پھونک دیں اس کو، یہ بھولے سے اگر جائے تو

پھر مقدر میں فقط خشکیِ ساحل ہی ہے
زندگی ریت کے ذرّوں سی بکھر جائے تو

تیری بگڑی ہوئی ادا ہیں ہم
کون کہتا ہے بے وفا ہیں ہم

رنج کا سستا جام لے آؤ
عشق کی رو سے بے نوا ہیں ہم

سوزِ دل دیکھ کر بتاؤ ہمیں
شمع ہیں ہم کہ قمقمہ ہیں ہم

اشک ہنستے ہوئے نکلتے ہیں
جانے کس غم میں مبتلا ہیں ہم

جو بھٹکنے کی چاہ رکھتے ہیں
ایسے لوگوں کے رہنما ہیں ہم

زندگی تم سے ہم نہیں واقف
موت کے غم سے آشنا ہیں ہم

ہم بھنور اور نہ ہم سفینہ ہیں
صاحبِ سنگ آئینہ ہیں ہم

ہم جدا ہیں سفیرؔ! دنیا سے
فکرِ ہستی سے ماوریٰ ہیں ہم

ہمیشہ راہِ مشکل کی طرف فنکار جاتا ہے
قدم گلشن کی کلیوں کا براہِ خار جاتا ہے

خودی کے پر نکل آتے ہیں جب مدہوش انساں میں
تو پھر یہ ذرّۂ کمتر افق کے پار جاتا ہے

ہمیں کچھ غم نہیں، جو غم ہمارے ساتھ آئیں تو
خوشی کا قافلہ یارو! پئے غمخوار جاتا ہے

کچھ اندھے بھی خوشی سے اس کے پیچھے چلنے لگتے ہیں
غلط راہوں پہ جب یہ قافلہ سالار جاتا ہے

بلاتے ہیں وہ محفل میں نگاہوں سے پلانے کو
یہ دل بھی کتنا پاگل ہے، جو سوئے دار جاتا ہے

بقا کے بحر سے لے کر فنا کے خشک ساحل تک
خوشی کی ناو میں بہہ کر غمِ منجدھار جاتا ہے

دلِ ناداں بھی رکھتا ہے صدائے دل حزیں لیکن
تمھارے واسطے خاموش رہ کر ہار جاتا ہے

سفیرؔ! ان لالہ زاروں میں اسے جب کچھ نہیں ملتا
تو پھر بادیدۂ نم جانبِ کہسار جاتا ہے

لٹ گئے ہم متاعِ جگر سے، عشق کو آزمانے کے باعث
کیا بتائیں تجھے ساقیا! ہم، مر گئے دل لگانے کے باعث

ڈوب جائے نہ یہ خوش مزاجی بحرِ کلفت کی طغیانیوں میں
بڑھ گئی ہے نمی میرے رخ پر آنسوؤں سے نہانے کے باعث

راہ میں میری کانٹے بچھے ہیں، جن کی تکلیف سے دوستی ہے
رنج ہی پاس آتے ہیں میرے، فرح کے لڑکھڑانے کے باعث

میں اٹھاتا نہیں بادۂ جم، مجھ کو مےخوار مت جان زاہد
لوگ کہتے ہیں مجھ کو شرابی، جام لب کا اٹھانے کے باعث

چند احبابِ دل کی نظر میں، میں وفا کر کے رسوا ہوا ہوں
اس سے پہلے کسے یہ خبر تھی، تیرا وعدہ نبھانے کے باعث

کوئی بھی جانتا ہی نہ تھا یہ، کون ہے یہ سفیرؔ محبت
ہو گئے آج مشہور ہم بھی، محفلِ غم سجانے کے باعث

محبت اگر خود محبت کرے گی
غمِ زندگی پر قناعت کرے گی

گھڑی ایک ایسی بھی آئے گی یارو!
ضیا ظلمتوں کی ضیافت کرے گی

نظر آئیں گے مے کدے میں یہ واعظ
شرابِ صبوحی نصیحت کرے گی

اندھیرا نظر آئے گا دن میں ہم کو
وہ حالِ دگرگوں ضرورت کرے گی

خمارِ شرابِ نظر چڑھ گیا اب
خودی بے خودی پر حکومت کرے گی

جہاں! تیرے اجڑے ہوئے گلستاں سے
چلے جائیں گے، جب طبیعت کرے گی

سجے گی سفیرؔ حرارت کی محفل
تپش سوزِ دل کی، صدارت کرے گی

پھول جو موسمِ خزاں کے ہیں
وہ نشاں عشقِ بے نشاں کے ہیں

آسماں پر نجوم کی صورت
جتنے ذرّے ہیں کس جہاں کے ہیں

زندگی اک سرائے فانی ہے
یہ زمیں والے آسماں کے ہیں

کچھ یقینی نہیں ہے دنیا میں
سارے فتنے اسی گماں کے ہیں

جتنے بھی ہیں تھپیڑے دریا کے
میزباں میرے بادباں کے ہیں

میرے چہرے پہ داغ ہیں جن کے
قطرے وہ چشمۂ نہاں کے ہیں

درد سے جا کے پوچھ لے اے دل!
زخم پنہاں کہاں کہاں کے ہیں

صرف کلیوں کو کیوں کہوں گلشن
خار بھی حصے گلستاں کے ہیں

جو قلم سے نکل رہے ہیں سفیرؔ!
وہ گِلے شوقِ بےزباں کے ہیں

ستم تو ترکِ تعلق کے شاخسانے تھے
تمھیں ہی شوق نہ تھا ورنہ سو بہانے تھے

تمھارے درد نہ سہتے تو اور کیا کرتے
اصول رسمِ محبت کے کچھ نبھانے تھے

شراب ہم نے تو کل بے سبب نہیں پی تھی
تمھارے رازِ دروں حاشیے پہ لانے تھے

وہ گلستاں میں گئے تھے تو کوئی مقصد تھا
ہماری راہ میں کانٹے انھیں بچھانے تھے

ہمیں تو کام بڑا لینا تھا تبسم سے
ہنسی کے پیچھے کئی رنج وغم چھپانے تھے

سفیرؔ جم کے سناتا رہا غزل پہ غزل
ہزاروں رنگ اسے وقت کے دکھانے تھے

حق نہیں وعدہ کسی گلفام کا
ایک پہلو کذب ہے پیغام کا

اس قدر خوں ریز ہے جب ابتدا
سوچ لے کیا ہوگا پھر انجام کا

کچھ نہ ابھرے گا سوائے رنج و غم
کھینچنا نقشہ نہ تم ہنگام کا

جستجوئے نفس میں رہتا ہوں گم
وقت ہی ملتا نہیں آرام کا

نیکیاں کچھ اور کم ہو جائیں گی
فائدہ کچھ بھی نہیں دشنام کا

پیش قدمی کر گئے وہ اور ہم
مشورہ کرتے رہے اقدام کا

اس میں آکر پھنس گیا ہے دل سفیرؔ!
خوب صورت جال ہے اوہام کا

❀

بن گیا ہوں میں مکاں ابہام کا
گنج ہے یہ عشق کے انعام کا

ہو رہا ہے دردِ دل جو بے لگام
یہ پتہ ہے منزلِ گمنام کا

اک دیا ہوں تیرگیِ ہست میں
میں مقدر ہوں سسکتی شام کا

مر گیا بے موت جب ذوقِ نظر
اب ترا آنا بھلا کس کام کا

چند لمحوں کی یہ ہلکی سی خوشی
اک لبادہ ہے غموں کے دام کا

کیا سنوگے تم خوشی کی داستاں
ایک قصہ ہے فقط آلام کا

موت ہی دلوائے گی اس سے نجات
دل تو قیدی ہے یہاں اجسام کا

یہ سفیرؔ بے نوا تو صید ہے
مشکلاتِ گردشِ ایّام کا

راز ہی راز کو دغا دے گا
حالِ دل چہرہ ہی بتا دے گا

زاہدو! کیا کروگے؟ جب ساقی
جامِ دل آنکھ سے پلا دے گا

جان دینے سے پہلے پروانہ
ایک خاموش سی صدا دے گا

دن میں سورج سے روشنی ہوگی
رات میں سوزِ دل ضیا دے گا

در بدر حسن خود بھٹکتا ہے
عشق کی مجھ کو کیا سزا دے گا

زخمِ دل کا نمک سفیرؔ اک دن
اشک کی شکل میں بہا دے گا

اجڑ چکا تھا جو گلشن، سجا رہا ہے کوئی
جو بے پناہ تھا اس کو بسا رہا ہے کوئی

سبو کو، جام کو، تکلیف ہو رہی ہوگی
شرابِ عشق نظر سے پلا رہا ہے کوئی

مجھے اٹھاؤ نہ، سونے دو رات دن مجھ کو
کہ خواب بن کے نگاہوں میں آ رہا ہے کوئی

جہانِ دل کی دھڑکتی ہوئی رعایا پر
بڑی خموشی سے سکہ جما رہا ہے کوئی

رچی ہوئی ہے ہواؤں میں بو تڑپنے کی
حسیں ادا سے محبت نبھا رہا ہے کوئی

لگا کے چہرے پہ اپنے دوا تبسم کی
سفیرؔ! درد کی تلخی مٹا رہا ہے کوئی

آرزوؤں کا دل جلانا ہے
درد کا حوصلہ بڑھانا ہے

آفتابِ ملال لے آؤ
فرحتوں کا دیا بجھانا ہے

اشک کے قطروں کو بنا کر پھول
غم کے گلدان میں سجانا ہے

لا کے بے تابیوں کا گلدستہ
مرقدِ عشق پر چڑھانا ہے

آزمائش ہے قلبِ مضطر کی
دیدۂ تر سے مسکرانا ہے

میری راہوں میں ڈال دو کانٹے
میرے قدموں کو لڑکھڑانا ہے

کیا دکھاؤں سفیرؔ! میں تم کو
زخمِ دل یہ بہت پرانا ہے

❀

مجھ کو بھی دلبری کا وہ فن سکھانا پاگل!
جس کے لیے ہے تجھ پر سارا زمانہ پاگل

ماری گئی ہے ساقی کی مت بھی آج شاید
کہتا ہے حالِ دل کو رنگِ فسانہ، پاگل!

یہ عہدِ نو ہے ظالم، طرزِ ستم نیا ہے
جلتا ہے بارشوں میں بھی آشیانہ پاگل!

مطلب کے دوست ہیں وہ، جو تیرے ہم نوا ہیں
خطرہ ہے تیری خاطر یہ دوستانہ پاگل!

یہ طرزِ دلربائی اک فن ہے صوفیوں کا
چوری نہیں ہے کوئی دل کا چرانا پاگل!

گرنے نہ دے زمیں پر قطراتِ اشکِ فرقت
سرمایۂ محبت ایسے لٹا نہ پاگل!

پھنس جائے نہ کہیں تو اس دشتِ تیرگی میں
تاریکیاں ہیں ہر سو، دل کو جلانا پاگل!

موسم حسین ہے پھر آجا سفیرؔ! آجا
پھر حالِ دل غزل کی صورت سنانا پاگل!

سہانی رت ہے موسم دل نشیں لا جام دے ساقی
سنوں گا آج میں کچھ بھی نہیں لا جام دے ساقی

کسی کے سامنے پینا مجھے اچھا نہیں لگتا
مِرے دل میں نہیں کوئی مکیں لا جام دے ساقی

جہاں چلتا ہے حکمِ بےخودی اس در پہ میں جا کر
جھکا آیا ہوں اس دل کی جبیں، لا جام دے ساقی

گیا تھا جس کی بزمِ ناز میں بہرِ سکونِ دل
وہاں پر دل شکن باتیں سنیں، لا جام دے ساقی

نہ جانے کیسی آندھی آئی ہے یادوں کے صحرا میں
دبانا ہے غمِ قلبِ حزیں، لا جام دے ساقی

نکل جاتی اگر جانِ سفیرؔ دل تو اچھا تھا
یہ کام اس وقت ہو جائے یہیں، لا جام دے ساقی

فائدہ میری جہالت کا اٹھا کر لے گئے
بے خبر تھا، پھول کو کانٹا بتا کر لے گئے

میں تڑپتا رہ گیا اور وہ دلِ بے تاب کو
پاس آئے، مسکرائے اور چرا کر لے گئے

تیری فرقت کے فرشتے آ کے روحِ وصل تک
تیری یادوں کو ترا حصہ بتا کر لے گئے

جب قدم میرے بڑھے تاریک راہِ عشق پر
روشنی کے واسطے یہ دل جلا کر لے گئے

زندگی کو راستے میں ہر قدم پر خوش رکھا
موت کی دہلیز تک ہم گنگنا کر لے گئے

پھنس گئی منجدھار میں جب یک بہ یک خوشیوں کی ناو
اشک کی پتوار سے اس کو بہا کر لے گئے

جانے کیا سمجھا بجھا کر زاہدوں کو اے سفیرؔ!
کچھ شرابی بزمِ ساقی میں بلا کر لے گئے

میری ہستی ہے کسی اور سے منسوب ، نہ مانگ
جو مِرا ہے ہی نہیں مجھ سے وہ محبوب نہ مانگ

اب نہ وہ دل ہے، نہ وہ رنگِ وفا ہے، نہ وہ شوق
''مجھ سے پہلی سی محبت مِرے محبوب نہ مانگ''

میرے جینے کا سہارا ہے فقط میرا جنوں
جان و دل لے لے، مگر جذبۂ مجذوب نہ مانگ

تو نے لے لی مِری ہر ایک خوشی مجھ سے صنم!
اب تو کر رحم، مِری خواہشِ مصلوب نہ مانگ

تجھ کو پینا ہے تو آ پی لے مِرا خونِ جگر
کاسۂ دل سے مگر الفتِ مرسوب نہ مانگ

ساقیا! لے لے مِرے پاس ہے جو کچھ بھی مگر
جام کے بدلے میں نظّارۂ محجوب نہ مانگ

بس یہی اشک ہیں جو پیاس بجھا دیتے ہیں
ظالما! بہرِ خدا دیدۂ مرطوب نہ مانگ

طرزِ نو مانگ سفیرؔ! اپنے لیے رب سے مگر
دوریاں پیدا جو کرتا ہے وہ اسلوب نہ مانگ

❀

کر دیا حال مے نے کیا میرا
اب اڑا دیجیے نشہ میرا

جس جگہ ہے بسیرا طوفاں کا
اس جگہ تو جلا دِیا میرا

زخمِ دل میں ہے آپ کی خوش بو
اس لیے غم ہے خوش نما میرا

رہبرِ کارواں ہی رہزن تھا
اس لیے قافلہ لٹا میرا

بزمِ اہلِ ستم میں ظلمت ہے
تو چراغِ وفا جلا میرا

آپ لے لیجیے جہاں سارا
جو بچے اس کے ما سوا، میرا

آگے بڑھتا ہوں تو مِرے احباب
توڑ دیتے ہیں حوصلہ میرا

جب سے دیکھا ہے آپ کو میں نے
دل مِرے ہاتھ سے گیا میرا

آپ کی دید کیا ہوئی مجھ کو
دردِ دل ہو گیا ہوا میرا

جانے کیسے سفیرؔ! بزدل لوگ
بھول جاتے ہیں ولولہ میرا

❀

آنکھ ہے پھر سے گہر بار، مجھے پینے دے
ساقیا! تو تو ہے غم خوار، مجھے پینے دے

وقت نے ایسے ستم ڈھائے کہ میری ہستی
ہو گئی منبعِ آزار، مجھے پینے دے

تیرے لفظوں سے نہیں ملتا سکوں اب مجھ کو
ہنس کے دے خُم مِرے دلدار! مجھے پینے دے

ڈر ہے مجھ کو مِری دنیا ہی جلا دے نہ کہیں
گرمیِ حسرتِ نادار، مجھے پینے دے

حسن بکتا ہے یہاں جب سے محبت کا نگر
بن گیا مصر کا بازار، مجھے پینے دے

جس کو معلوم نہیں نام و نشاں منزل کا
ہے وہی قافلہ سالار، مجھے پینے دے

اب شریروں میں سفیرؔ! اپنا بھی ہوتا ہے شمار
بھول جا شوخیِ ابرار، مجھے پینے دے

❀

آرزوؤں کا مقبرہ کیا ہے
بے وفا یہ بتا وفا کیا ہے

بے خودی تو خموش ہے لیکن
اے خودی تیرا مدعا کیا ہے

سوزِ دل خوب جانتا ہے مِرا
دردِ دل کا برا بھلا کیا ہے

ایک چنگاری اٹھتی ہے دل سے
اس کھنڈر میں دبا ہوا کیا ہے

کیوں اندھیری ہیں تیری تعبیریں
اے مِرے خواب! ماجرا کیا ہے

اٹھ رہا ہے یہ دل سے کیسا دھواں
جاؤ دیکھو وہاں جلا کیا ہے

یہ نشہ جام کا نہیں مانا
پھر مِرے سر پہ یہ چڑھا کیا ہے

سوزشِ شام کے مقابل میں
فرحتِ خنکیِ صبا کیا ہے

جانتا ہے سفیرؔ اے ناصح!
گلشنِ شوق کی فضا کیا ہے

❀

وہ میرے حال سے تھے بے خبر نہیں آئے
گلی سے گزرے مگر میرے گھر نہیں آئے

تباہ کرنے کو نفرت کی کیا ضرورت ہے
وہ وعدہ آنے کا کرلے مگر نہیں آئے

کبھی بسے تھے مِرے دل میں صرف تم پر اب
تمام ڈھونڈا، مگر تم نظر نہیں آئے

بھلا بتاؤ تو وہ عید کیا خوشی دے گی
جو ساتھ لے کے شریکِ سفر نہیں آئے

جنوں کے طور طریقے پہ چل کے دیکھیں وہ
جنھیں بھی جینے کا کوئی ہنر نہیں آئے

مِری لحد پہ وہ آئیں گے خود بخود اک دن
جو باوقار مِری موت پر نہیں آئے

فقط ملول ہی آئے سفیرؔ! محفل سے
خوشا نصیب! کہ با چشمِ تر نہیں آئے

❀

مِری خامشی کا مجھ کو یہ حسیں صلہ دیا ہے
کسی نے دِیا سمجھ کر مِرا دل جلا دیا ہے

مِری منزلوں کی جانب مِرے رب! ترے کرم سے
مِرے دشمنوں نے خود ہی مجھے راستہ دیا ہے

مجھے گنجِ مال و زر کی ذرا بھی نہیں ہے چاہت
ترے ہجر نے جگر کو غمِ بے بہا دیا ہے

مِرے پاس اب کہاں ہے تِرا شوق اے محبت!
اسے مرقدِ ستم میں کسی نے دبا دیا ہے

مِری قبر سے لپٹ کر مِری آرزو کریں گے
مِرے قاتلوں نے ساقی! مجھے آسرا دیا ہے

مِرے رخ پہ داغ تھا جو تِری صحبتوں کا ہمدم!
مِرے آنسوؤں نے بہہ کر وہ نشاں مٹا دیا ہے

مِری عاشقی کا قصہ جو کبھی کسی نے پوچھا
اسے اے سفیرؔ! دل نے تِرا غم سنا دیا ہے

یہاں نہ چھیڑیے بدرِ کمال کی باتیں
یہاں تو ہوتی ہیں نقصِ ہلال کی باتیں

یہ عشق کھیل ہے پوشیدہ شخصیت کا صنم
روا نہیں یہاں رخ کے جمال کی باتیں

نہ تھا یہ درد تو آسانیاں بھی مشکل تھیں
ابھی ہیں سہل مجھے سب محال کی باتیں

یہ عشق آپ کی دنیا تباہ کر دے گا
کھڑا ہوں سامنے چھوڑیں مثال کی باتیں

اگر گلاب کھلا ہے تو خار بھی ہوں گے
یہ کیسا رنج یہ کیسی ملال کی باتیں

جہاں میں اب بھی تنزل کا بول بالا ہے
لبِ زوال پہ بھی ہیں کمال کی باتیں

یقین بھی تو ضروری ہے شاعری کے لیے
سفیرؔ! چھوڑ دو کرنا خیال کی باتیں

❀

اب بادۂ خودی سے مِرا انحراف ہے
یا معبدِ جنوں میں مِرا اعتکاف ہے

کچھ لوگ کہہ رہے ہیں زمانے کو منحرف
میں تو سمجھ رہا ہوں مقدر خلاف ہے

کہنے کو خوش نما ہے لبادہ حیات کا
یہ زندگی تو اصل میں غم کا غلاف ہے

کہہ دو کہ آ کے پڑھ لیں مِری مسکراہٹیں
تحریر رخ پہ دردِ جگر صاف صاف ہے

اوروں کے راستے سے الگ راہ ہے مِری
میری تو الفتوں کی ڈگر کوہِ قاف ہے

نالاں ہے اپنے خوابوں سے بے انتہا سفیرؔ
یہ حسنِ امتزاج ہے یا اختلاف ہے

ڈھونڈتے کیوں ہیں آپ آسانی
زیست کی شان ہے پریشانی

زندگی کا ہنر سکھاتی ہے
لوگ کہتے ہیں جس کو نادانی

اشک آنکھوں سے گر رہے ہیں یوں
جیسے بادل سے ہو جدا پانی

زیست کا راز کھول دیتے ہیں
دل کے کھنڈرات، رخ کی ویرانی

زندگی امتحان لے میرا
موت مجھ کو ابھی نہیں آنی

کیوں بھلا سب کو فانی کہہ دوں میں
عشق کی شخصیت ہے لافانی

عشق سے آ کے کر لے سمجھوتا
چھوڑ دے اب سفیرؔ من مانی

لعل و گہر کا ٹکڑا نہیں چاہیے مجھے
انگشتری میں حق کا نگیں چاہیے مجھے

غم میرے جی رہے ہیں کھلے آسماں تلے
اے عشق! ایک قصرِ حزیں چاہیے مجھے

مت آؤ بےدلی سے مِری محفلوں میں تم
خیرات میں وصال نہیں چاہیے مجھے

لو جل کے آ گیا میں محبت کی آگ میں
اب بے حجاب پردہ نشیں چاہیے مجھے

خالی پڑا ہے کب سے، رہیں آ کے اس میں آپ
دل کے مکاں میں ایک مکیں چاہیے مجھے

وہم و گماں کو دو نہ غزل میں جگہ سفیرؔ!
اشعار میں تمھارے یقیں چاہیے مجھے

وہ آج کرکے متاعِ جگر نثار آیا
دیارِ حسن میں بازی وفا کی ہار آیا

ہزار بار رہے گا کلی کو خوفِ خزاں
''ہزار بار اگر موسمِ بہار آیا''

ہٹا جو دل کی نظر سے غلافِ زہد و غنا
ترے ہی رندوں میں ساقی! مِرا شمار آیا

گزشتہ یادوں نے ہم کو یقیں نہ کرنے دیا
کبھی جو آپ کی باتوں پہ اعتبار آیا

حقیقتوں کی طبیعت یہ کہہ اٹھی ساقی!
شراب تلخ تھی لیکن بہت خمار آیا

ملے نہ غم تو تڑپنے لگا دلِ ناداں
طلب میں کانٹوں کی خود چل کے لالہ زار آیا

سِسک اٹھا اسی سوزش کی آرزو میں وہ
دلِ سفیرؔ کو جب دو گھڑی قرار آیا

❀

کون کہتا ہے کہ ناشاد کرے گی دنیا
موت کا راستہ آباد کرے گی دنیا

روز اس درد کی شدت کو بڑھانے کے لیے
اک نیا مرحلہ ایجاد کرے گی دنیا

وقت آئے گا کہ زخموں پہ جمے گی محفل
ایک اک شعر سے فریاد کرے گی دنیا

دل کو دزدیدہ خیالوں سے بچائے رکھنا
عشق کے نام پہ برباد کرے گی دنیا

یہ بھی اچھا ہے کہ اسباقِ محبت کے لیے
میرے حالات کو استاد کرے گی دنیا

اے سفیرؔ! آؤ تماشائے زمانہ دیکھو
قیس کے عشق کو فرہاد کرے گی دنیا

اس خوب رو وبال سے غافل نہیں رہا
چشمِ طلب جمال کا قائل نہیں رہا

کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ مقتول مر گیا
کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ قاتل نہیں رہا

شاید کہ شمعِ عشق کی سوزش کا ذائقہ
پروانۂ خیال کے قابل نہیں رہا

شاید کہ موت توڑ گئی کاسۂ حیات
دل دھڑکنوں کے بوجھ کا حامل نہیں رہا

خوشیاں منا رہے تھے سبھی وصل کی مگر
اک درد تھا، جو جشن میں شامل نہیں رہا

پینے دے مجھ کو جم کے شرابِ وصال آج
مے خانے میں سفیرؔ کے باطل نہیں رہا

کر گئی نوکِ سناں تاثیر، پھر کھینچی تو کیا
دردمندوں نے مِری تصویر پھر کھینچی تو کیا

ظالموں نے جب سزائے موت دے دی شوق کو
دادرس نے عدل کی زنجیر پھر کھینچی تو کیا

غمزدہ آنکھوں نے دھوڈالے ہیں جب چہرے کے داغ
صورتِ قرطاس کی تصویر پھر کھینچی تو کیا

روشنی کی آرزو میں مرگیا جب خوابِ دل
تیرگیِ ہست میں تنویر پھر کھینچی تو کیا

تیری خاموشی کے دم پر آگئے گھر تک عدو
لٹ گیا جب آشیاں، شمشیر پھر کھینچی تو کیا

صفحۂ دل پر طرب کا مرثیہ لکھ کر سفیرؔ!
کاغذوں پر شوخ سی تحریر پھر کھینچی تو کیا

بجھانے آرزو کی پیاس پروانے کہاں جائیں
جو دیوانے تمھارے ہیں وہ دیوانے کہاں جائیں

اگر گوشہ نشیں ہو جائیں گے زاہد! شرابی تو
ہمارے شہر کے آباد مے خانے کہاں جائیں

نہ کر واعظ! حقیقت کو مسلط عشق والوں پر
دلِ بے تاب کے رنگین افسانے کہاں جائیں

یہاں کے لوگ واقف ہو چکے ہیں لغزشِ دل سے
محبت کی خطا کو پھر سے دہرانے کہاں جائیں

طبیبِ وقت قاصر ہے علاجِ دردِ الفت سے
سفیرؔ شوق کے زخموں کو دکھلانے کہاں جائیں

یہ کس نے کہہ دیا ساقی! کہ مے خانہ نہیں اچھا
کسی کا زہد اور تقویٰ پہ اترانا نہیں اچھا

کمالِ تشنگی سے مر نہ جائیں یہ جہاں والے
ہمارے خواب کی تعبیر بتلانا نہیں اچھا

سمندر بھی اسے سیراب کرنے سے مکر جائے
کسی ساحل کا اتنا خشک ہوجانا نہیں اچھا

اگر وہ آ نہیں سکتے تو پھر یہ آرزو کیسی
تسلی سے دلِ ناداں کو بہلانا نہیں اچھا

جہاں داری بھی اے زاہد! ہماری ذمہ داری ہے
سبھی کو گوشۂ خلوت میں لے جانا نہیں اچھا

زمانہ بے سبب کہنے لگا ہے ہم کو بھی مے کش
خمارِ عشق آنکھوں میں اتر آنا نہیں اچھا

قلم سے لفظ کے بدلے فقط آہ و فغاں نکلے
سفیرؔ باوفا کو اتنا تڑپانا نہیں اچھا

زمیں پہ ہم نے فلک کا خمیر دیکھا ہے
کہ چند لوگوں کو روشن ضمیر دیکھا ہے

لگا ہوا تھا جو دل کے مکان میں غم کا
نگاہِ تر نے وہ جمِّ غفیر دیکھا ہے

سنا ہے میں نے بھی زاہد! کہ عقل والوں نے
خودی کو جام و سبو کا اسیر دیکھا ہے

کسی غریب کی آہوں پہ مسکرا دینا
امیر لوگوں کا طرزِ حقیر دیکھا ہے

ہمیں پسند نہیں خود نمائی اے ناقد!
وگرنہ ہم نے بھی اطلس، حریر دیکھا ہے

سفیرؔ! ہم نے تِری ناسمجھ طبیعت میں
جنون دیکھا ہے اور بے نظیر دیکھا ہے

غزل میں ہوتی ہے محسوس جس کی ہر پل ٹیس
بتاؤ کس نے وہ دردِ سفیرؔ دیکھا ہے

با چشمِ اشکبار غزل کہہ رہا ہوں میں
پھر آج سوگوار غزل کہہ رہا ہوں میں

اے شوق غم کے ساتھ جگر کے مدار میں
کچھ وقت تو گزار، غزل کہہ رہا ہوں میں

اے ہم نشین! خوابِ طرب کے لیے کریں
تھوڑا سا انتظار، غزل کہہ رہا ہوں میں

آجا کہ میں حروف کو ترتیب دے سکوں
جذبات کو نکھار، غزل کہہ رہا ہوں میں

ہر شخص کہہ رہا ہے اسے عشق کا نشہ
مستی میں بادہ خوار غزل کہہ رہا ہوں میں

خوشبو غمِ حیات کی حاوی ہے شہر پر
گلشن میں خاردار غزل کہہ رہا ہوں میں

جاؤ خزاں کو ڈھونڈ کے لاؤ مِرے قریب
اے موسمِ بہار! غزل کہہ رہا ہوں میں

پھر آج بےوفاؤں کی فہرست میں صنم!
ہوگا تِرا شمار، غزل کہہ رہا ہوں میں

کہہ دو سفیرؔ! لوگوں سے، با چشمِ تر سنیں
حالات کی شکار غزل کہہ رہا ہوں میں

❀

گلستانِ تمنا کو بیاباں کردیا ہم نے
دلِ مضطر تِری راحت کا ساماں کردیا ہم نے

ہٹا کر خار، رستے میں گلابِ تر بچھا آئے
مسافر کی کٹھن منزل کو آساں کردیا ہم نے

لکھی تاریخ جب درد و الم کی صفحۂ دل پر
تمھاری داستانِ غم کو عنواں کردیا ہم نے

خرد کے مارے لوگوں کو بلا کر بادہ خانے میں
جنوں کا نام لے لے کر پریشاں کر دیا ہم نے

عیادت کے لیے اب موت بھی مجھ تک نہیں آتی
فنا کو حالِ دل کہہ کر ہراساں کر دیا ہم نے

لبوں کو حکم دے ڈالا غموں پر مسکرانے کا
چھپانا آنسوؤں کو، کارِ مژگاں کر دیا ہم نے

تمھارے خواب کو روشن بنانے کے لیے دلبر!
جلا کر اپنے خوابوں کو چراغاں کر دیا ہم نے

قلم کی نوک سے انجم بنانے کا ہنر لے کر
سفیرؔ تیرہ قسمت کو درخشاں کر دیا ہم نے

یہ کیسا بل ہے ماتھے پر یہ کیسی کج ادائی ہے
کوئی تو بات ہے جو آپ نے ہم سے چھپائی ہے

نگاہوں کی نمی اور سوزشِ دل کی تمازت سے
پریشاں کیوں ہے تو اے دل؟ محبت رنگ لائی ہے

ستم گر کے ستم کو ظلم کہنا تو ہے نادانی
عطائے رنج و غم ساقی، ادائے دل ربائی ہے

عروجِ شخصیت تو پنہاں رہتا ہے خموشی میں
سبھی سے رفعتوں کا ذکر طرزِ خود نمائی ہے

سراپا بھول جانا تو ترا ممکن نہیں پھر بھی
خرد کے چند گوشوں سے تری صورت ہٹائی ہے

تڑپ کی اک صدی دے کر گزرتا ہے ہر اک لمحہ
پڑا ہے کیسا دن، مجھ پر یہ کیسی رات آئی ہے

وہی اٹھتا ہے جو حد سے گزر جاتا ہے پستی میں
یہ سچی بات میں نے زندگی میں آزمائی ہے

کتابِ زندگی میں عشق کا یہ باب دیکھ آ کر
تری تصویر خوں سے صفحۂ دل پر بنائی ہے

نہیں لکھتا سفیرؔ اب درد پر کوئی غزل، شاید
کسی دشمن نے یہ تہمت مرے سر پر لگائی ہے

ٹھہر ٹھہر کے مری التجا نے دستک دی
درِ حبیب پہ دستِ وفا نے دستک دی

گزشتہ رات ترے ہجر میں یہ عالم تھا
چراغ گل ہوا جب جب ہوا نے دستک دی

لٹا دی سادگی پر اس کی میں نے جاں اپنی
اڑا کے رنگ جو دستِ حنا نے دستک دی

بہار آئی گلے ملنے ریگزاروں سے
جو دل کے صحرا میں بادِ صبا نے دستک دی

لگا کہ وہ مِری چوکھٹ اکھاڑ پھینکیں گے
کچھ اس ادا سے مِرے اقربا نے دستک دی

کھلا نہ اس پہ بشارت کا کوئی دروازہ
بغیر روئے ہوئے جس دعا نے دستک دی

عجب ادا سے قضا میرے سامنے آئی
میں غرق ہوگیا تب ناخدا نے دستک دی

سفیرؔ! گوش برآواز! بابِ فرقت پر
نہ جانے کس کی لرزتی صدا نے دستک دی

❀

اس قدر چڑھ گیا نشہ پاگل
ہو گئی میری ہر ادا پاگل

کوئی ہنسنے لگا جنوں پاکر
کوئی خاموش ہی رہا پاگل

لوگ جس کو یقین کہتے ہیں
وہ تو ہے ایک وسوسہ پاگل

عقل والے یہ جانتے ہی نہیں
کیوں مچاتا ہے غلغلہ پاگل

غرق کرتا ہے روز اک کشتی
جانے کیسا ہے ناخدا پاگل

جامِ غم وہ کبھی نہ پیتا تھا
ہو گیا کیسے بے وفا پاگل

کیا بتاؤں مجھے نہیں معلوم
کب سفیرؔ خرد ہوا پاگل

چراغ بھی تو بہت بے قرار ہوتا ہے
کوئی پتنگا اگر جاں نثار ہوتا ہے

قصور عشق کی بگڑی ہوئی ہوا کا کہو
جگر کا نخل اگر مرغزار ہوتا ہے

ہمارے شہر میں اب اسلحے نہیں ملتے
نظر کے تیر سے دل کا شکار ہوتا ہے

ہر اک خوشی کو یہ سچائی مان لینی پڑی
شرابِ غم میں بلا کا خمار ہوتا ہے

گرا رہا ہے کوئی وہ تسلیوں کا شجر
غموں کی دھوپ میں جو سایہ دار ہوتا ہے

وہی تو دیتا ہے تازہ ہوا زمانے کو
وہ پتّہ جس پہ کہ گرد و غبار ہوتا ہے

یہ جس کو چاہے اسے اپنا مہرباں کرلے
سفیرؔ! دل پہ کسے اختیار ہوتا ہے

❀

سیدھے رستوں پہ ڈگمگائے لوگ
کیا کریں گے یہ خار کھائے لوگ

میری خوشیوں پہ فق ہوئے چہرے
میرے زخموں پہ مسکرائے لوگ

دیکھ کر مجھ کو مسکراتا ہوا
درد کو پاس کھینچ لائے لوگ

زندگی رات کی طرح آئی
اور ستاروں سے ٹمٹمائے لوگ

مجھ کو سپنے نہیں دکھاتے کبھی
تم سے اچھے ہیں یہ پرائے لوگ

چپ نہیں ہوتے موت سے پہلے
نطق کے زخم سے رلائے لوگ

کیا ہوا اے سفیرؔ! لوگوں کو
تیری محفل میں کیوں نہ آئے لوگ

لو چراغوں کی ہوا کو تند خو کرنے لگے
زندگی جب آپ سے میں اور تو کرنے لگے

کیسے جانے گا کوئی الفت ہے مجھ کو آپ سے
دل اگر خاموشیوں سے گفتگو کرنے لگے

عشق کی محفل میں اس کا داخلہ ممنوع ہے
اک ذرا سی چوٹ پر جو ہائے ہو کرنے لگے

بےخودی کی انتہا نے کر دیا بے تاب جب
مے کدے میں زاہدوں کی جستجو کرنے لگے

دیکھ کر اپنوں کے ہاتھوں میری بربادی کا حال
دوستی کی ابتدا میرے عدو کرنے لگے

بڑھ گئی تعبیر کے صحرا میں جب خوابوں کی پیاس
چشمِ تر کے قطرے قطرے کو سبو کرنے لگے

حالِ دل پوچھا جو میں نے دل فگاروں سے سفیرؔ!
آبلہ پا حوصلوں کو روبرو کرنے لگے

بزمِ سخن میں جھوم کے سب سے کہنے لگی یہ رات غزل کی
عشق نے دی ہے درد کے بدلے قلب کو یہ سوغات غزل کی

چیخ اٹھا ہے قلب کا گوشہ، جوش میں ہے اشکوں کی روانی
''تارِ نفس پر انگلی رکھ دی چھیڑ کے تم نے بات غزل کی''

دل کی جبیں پھولوں سی کھلی ہے، جوشِ جنوں کی پیاس بجھی ہے
دشتِ تمنا میں جو ہوئی ہے وقت پہ یہ برسات غزل کی

گیت قصیدے گھر سے نکل کر، دیکھ کے منظر جھوم رہے تھے
شہرِ ادب میں سج کے جو نکلی، ایک حسیں بارات غزل کی

ہجر کی یورش، شوق کی سوزش اور جنوں اجزائے غزل ہیں
کیسے ہوئے سامان یہ یکجا، پوچھ نہ تفصیلات غزل کی

فن کا یہی ہے تم سے تقاضہ، رنگ چڑھاؤ حرف پہ دل کا
اور سنوارو اشک سے پلکیں، غم سے سجاؤ ذات غزل کی

زخم ترے بھر جائیں گے پیارے، درد دوا بن جائے گا تیرا
خونِ جگر سے دل کے ورق پر لکھ لے سفیرؔ آیات غزل کی

❀

خواہشوں کا قتال کیا ہوگا
عشق سے انفصال کیا ہوگا

ذات پہلے ہی پست ہے اس کی
بے خودی کا زوال کیا ہوگا

جس کو کانٹے پسند آتے ہوں
وہ غموں سے نڈھال کیا ہوگا

مر کے زندہ ہیں قیس اور فرہاد
''اس سے بڑھ کر کمال کیا ہوگا''

جن کو اپنی خبر نہیں رہتی
ان کو میرا خیال کیا ہوگا

جب نشہ ہی اتر گیا ساقی!
مے کدے میں بوال کیا ہوگا

میں کھڑا تھا جواب میں تنہا
سوچ لو خود سوال کیا ہوگا

وہ لگاتے ہیں خار سے مرہم
زخم کا اندمال کیا ہوگا

اشک پہلے ہی روند دیتے ہیں
خوابِ دل پائمال کیا ہوگا

پھنس چکے ہو سفیرؔ! دل دے کر
اب نہ پوچھو کہ حال کیا ہوگا

(۱۴۲)

سجاؤ جام و سبو کی محفل، خرد پہ کردو جنون طاری
کہیں دھنسا دے نہ ہم کو ساقی! غموں کے دلدل میں بے خماری

عجب سا لہجہ ہے زندگی کا، عجب ہیں رسم و رواج اس کے
بچھائے راہوں میں جس نے کانٹے اسی نے زخموں پہ چیخ ماری

یہ نفرتوں کی ہوا گراتی ہے چند شاخوں سے پھول لیکن
اجاڑ دیتی ہے گلستاں کو محبتوں کی تباہ کاری

اٹھایئے مت حجاب رخ سے، یہ چند لمحوں کا وصل کیسا
چھپایئے آپ خود کو ہم سے، بڑھایئے اور بے قراری

صبا نے چشمِ فسوں سے دیکھا ہمارے بستر کی ہر شکن کو
بہکتی یادوں کے ساتھ ہم نے، نہ پوچھیے کیسے شب گزاری

سفیرؔ! آؤ دکھائیں تم کو جہانِ دل کے تباہ گوشے
کہاں سے اٹھتا ہے دردِ الفت، کہاں سے ہوتی ہے آہ و زاری

جانبِ سوزِ جگر جانے کو جی چاہتا ہے
اور بادیدۂ تر جانے کو جی چاہتا ہے

تشنگی خشک نگاہوں کی بجھانے کے لیے
دل کے دریا میں اتر جانے کو جی چاہتا ہے

جھیلی جاتی نہیں حالات کے کانٹوں کی چبھن
''ان دنوں یوں ہے کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے''

تاکہ مل جائے چراغوں کو صبا کی ٹھنڈک
شام تک لے کے سحر جانے کو جی چاہتا ہے

دور کردیں جو مجھے لذتِ تنہائی سے
ایسے وعدوں سے مکر جانے کو جی چاہتا ہے

زندگی کو مِرے جانے کی بھنک تک نہ ملے
یوں دبے پاؤں گزر جانے کو جی چاہتا ہے

روشنی دن کی بڑھا دیتی ہے دل کی سوزش
شب کے خیمے میں ٹھہر جانے کو جی چاہتا ہے

حوصلہ دیتی ہے مجرم کو خموشی تیری
تو زباں کھول سنور جانے کو جی چاہتا ہے

آ گئے تیرے لیے عشق کے در پر بھی جنوں!
اب بتا! اور کدھر جانے کو جی چاہتا ہے

جانے کیوں وقتِ سحر شہرِ رقیباں کی طرف
باندھ کر رختِ سفر جانے کو جی چاہتا ہے

ہم بھی یہ جانتے ہیں شہرِ ستم گر میں سفیرؔ
زخم ملتا ہے، مگر جانے کو جی چاہتا ہے

دل پر نشہ چڑھا ہے تِرے بادہ خانے کا
پی کر شرابِ عشق کہیں لڑکھڑانے کا

مجھ کو بھی سیکھنا ہے محبت سے یہ ہنر
بگڑی ہوئی حیات کے نخرے اٹھانے کا

تیری نگاہِ ناز سے سیکھا ہے یہ ہنر
تنہائیوں میں درد سے آنکھیں لڑانے کا

اب لوگ ہنس کے دردِ دروں کو چھپاتے ہیں
مشکل ہے انتخاب طرب کے فسانے کا

یہ فن ہمارے خون میں شامل ہے دوستو!
سوزِ جگر کو راہ کی مشعل بنانے کا

کوئی طریقہ مجھ کو بتاؤ سفیرؔ تم
خاموشیوں کے شور پہ قدغن لگانے کا

خوابوں کے سبزہ زار میں ویرانے کیوں نہیں
ساقی وفا کے عہد میں ہرجانے کیوں نہیں

اے شمعِ عشق! جن پہ تجھے افتخار تھا
اب تیرے اردگرد وہ پروانے کیوں نہیں

ہر حرف جل رہا ہے حقیقت کے سوز سے
اے دل! تِری کتاب میں افسانے کیوں نہیں

تنہائیوں کی آگ بجھانے کو کچھ تو ہو
زاہد! تمھارے شہر میں مے خانے کیوں نہیں

ہم کس طرح بجھائیں عقیدت کی تشنگی
بت خانۂ شراب میں پیمانے کیوں نہیں

بےخوف پھر رہے ہیں نگاہوں میں رات دن
ان آنسوؤں کے واسطے تہ خانے کیوں نہیں

دل آج بھی سفیرؔ! اسی کشمکش میں ہے
دشمن ہمارے اپنے ہیں بیگانے کیوں نہیں

تم سے نظر ملائے زمانے گزر گئے
اے شوق! سر اٹھائے زمانے گزر گئے

دل کی زمیں کو اشک کی برسات چاہیے
یادوں کو گل کھلائے زمانے گزر گئے

اپنے تو روز ڈھاتے ہیں شام و سحر ستم
غیروں سے چوٹ کھائے زمانے گزر گئے

دریا کے ساتھ رہ کے بھی پیاسا رہا ہوں میں
تشنہ لبی مٹائے زمانے گزر گئے

پھونکا ہے کان ان کا بھی آئینوں نے ضرور
''پتھر بھی گھر میں آئے زمانے گزر گئے''

پُروائیوں سے آج مدد لینی ہے مجھے
لَو درد کی بڑھائے زمانے گزر گئے

لاؤ کہیں سے ان کے لیے خار ڈھونڈ کر
زخموں کو مسکرائے زمانے گزر گئے

مسجد میں جاکے سر تو جھکاتے ہیں روز لوگ
سجدے میں دل جھکائے زمانے گزر گئے

چنگاریوں پہ چل تو سفیرؔ! آج رات بھر
خوابوں کو آزمائے زمانے گزر گئے

❁

مخملی احساس ہیں تنہائیاں
میرے دل کو راس ہیں تنہائیاں

ہوش والوں کو مبارک ہو ہجوم
بے خودی کے پاس ہیں تنہائیاں

دیکھ اے دلبر! کتابِ عشق میں
زینتِ قرطاس ہیں تنہائیاں

فرقتوں کے جاں گسل لمحات میں
الفتوں کی آس ہیں تنہائیاں

حوصلہ دیتی ہیں دل کے سوز کو
کیسے کہہ دوں یاس ہیں تنہائیاں

سنگ ریزے مت سمجھ ان کو سفیرؔ!
قیمتی الماس ہیں تنہائیاں

جنوں کی محفل میں آ گئے ہو، تو عشق کو بے لگام کرلو
صدائیں خاموش ہوں اگر، تو خموشیوں سے کلام کرلو

نہیں ہے آسان عشق کرنا، چراغ بن کر شبوں میں جلنا
اگر محبت کی ٹھان لی ہے، تو درد کا انتظام کرلو

جہاں میں اس دل سے خوبصورت، کوئی بھی ایواں نہیں ملے گا
ادھر ادھر پھر کے تھک چکے ہو، تو آؤ اس میں قیام کرلو

زباں کو نرمی کا درس دو اور ادا میں لے آؤ سادگی تم
انا کی تلوار قہر ڈھائے، تو عاجزی کو نیام کرلو

مقابلہ ہی نہیں ہے پیارے تو لطف جینے کا خاک آئے
محبتوں کی بقا کی خاطر رقیب کا اہتمام کرلو

گھٹے جو زخموں کی ٹیس ساقی! تو اس پہ تھوڑا نمک چھڑک دو
شراب میں جو خمار کم ہو، تو اپنے اشکوں کو جام کرلو

سفیرؔ! خاموش ہو گئے تو تباہ کردیں گے عقل والے
دکھا کے اپنے جنوں کی طاقت، خرد کو اپنا غلام کرلو

سوزِ دل پر جب گری بارش کی بوند
شمعِ محفل بن گئی بارش کی بوند

راز دل کا کھلتے کھلتے رہ گیا
آنسوؤں سے آ ملی بارش کی بوند

فرطِ غم سے چیخ اٹھی شاخ جب
زرد پتوں پر پڑی بارش کی بوند

مصر والے بھی نہ اس کو لے سکے
اس قدر تھی قیمتی بارش کی بوند

جھوم اٹھیں خشک کلیاں بھیگ کر
رقص جب کرنے لگی بارش کی بوند

ابر بھی برسا رہا تھا دشت میں
جانے کیسی ریت سی بارش کی بوند

رات بھر اک ہوک سی اٹھتی رہی
رات بھر گرتی رہی بارش کی بوند

دوسروں کے حصے میں چھتری لکھی
میرے حصے میں لکھی بارش کی بوند

دل کی اس بنجر زمیں کو بھی سفیرؔ!
کاش مل جاتی کوئی بارش کی بوند

سکوں جب نہ اس در پہ تجھ کو ملے گا
بتا اے دغا باز! تو کیا کرے گا

خودی کو اٹھانے کی چاہت میں سب کی
نظر سے گرے گا تو کیسے اٹھے گا

خبر تجھ کو ہوگی بتا مجھ کو اے شام!
یہ سورج مِرے غم کا کب تک ڈھلے گا

میں اس کا ہوں دھاگہ وہ ہے موم میرا
وہ مجھ کو جلا کر تو خود بھی جلے گا

مٹا دوگے لب پر لکھا نام لیکن
جو دل پر لکھا ہے وہ کیسے مٹے گا

مِرے ذکر کو پھیلنا ہی تھا جگ میں
محبت کا قصہ ہے کب تک چھپے گا

یقیں مان میں تیری رگ کا لہو ہوں
مجھے بھول کر بول کیسے جیے گا

بجھا دوں جلن دل کی اشکوں سے کیسے
مِرے اس عمل سے دھواں بھی اٹھے گا

فضاؤں میں خوش بو ہے پھر بے خودی کی
سفیرؔ! آج پھر کچھ غزل سا لکھے گا

صدی کی عمر لیے ہر گھڑی گزرتی ہے
شبِ فراق سے ہرایک رات ڈرتی ہے

تمھارے ہجر کی بھٹی میں جل کے اے دلبر!
تمھارے وصل کی امید روز مرتی ہے

تڑپنے لگتی ہے ہر شاخ زرد پتوں کی
جب ایسے پتوں پہ شبنم کبھی ٹھہرتی ہے

مِرے بغیر تمھارا وجود کچھ بھی نہیں
تمھاری ذات مِرے عشق سے سنورتی ہے

مِرے حریف! تجھے یہ خبر تو ہوگی ضرور
تِرے ستم سے مِری شخصیت نکھرتی ہے

طرب کو دھول چٹا دیتی ہے یہ لمحوں میں
تمھاری یاد جو میدان میں اترتی ہے

سفیرؔ! اہلِ خرد خوف کھاتے ہیں اس سے
خودی خیالِ محبت پہ آہ بھرتی ہے

(۱۵۲)

نہ اتنی بے رخی کرتے پگھل جاتے تو اچھا تھا
تِری خاموش باتوں سے بہل جاتے تو اچھا تھا

کسی سے حالِ دل کہنے سے مشکل اور بڑھتی ہے
اگر گرنے سے پہلے ہی سنبھل جاتے تو اچھا تھا

دِیے جب بجھ گئے تو ساقیا! آدابِ محفل میں
چراغوں کی جگہ گر آپ جل جاتے تو اچھا تھا

خودی نے سلب کرلی عقل ورنہ ان کے جانے پر
پکڑ کر ان کے دامن کو مچل جاتے تو اچھا تھا

کتابِ زندگی سے دور تو تم ہو گئے لیکن
حریمِ ذہن و دل سے بھی نکل جاتے تو اچھا تھا

بسے ہیں نقش جو دل میں گزشتہ تلخ یادوں کے
نگاہوں سے بشکلِ اشک ڈھل جاتے تو اچھا تھا

سفیرؔ اب کس طرح الفت کی راہوں سے پلٹ آئیں
ارادے عشق سے پہلے بدل جاتے تو اچھا تھا

❀

غموں کی گہری سیاہ راتیں
غلام دن، بادشاہ راتیں

وفا کے بدلے ہمیں ملی ہیں
جفا کے غم میں تباہ راتیں

تمھاری فرقت میں آہ بھرتے
گزرتی ہیں بے پناہ راتیں

کسی نے سولی پہ ٹانگ دی ہیں
محبتوں کی گواہ راتیں

ہوا چلی جو گنہ کی ہر سو
بکھر گئیں بے گناہ راتیں

سبق پڑھاتی ہیں بے خودی کا
جنون کی درس گاہ راتیں

تباہ کردیں بڑے بڑوں کو
یہ عشق کی کج کلاہ راتیں

کسی طرح کٹ رہی ہیں تنہا
سفیرؔ! یہ دید خواہ راتیں

خراجِ محبت

ایک ہیں مرجعِ افراد قمرؔ سیوانی
فکر و فن کے لیے امداد قمرؔ سیوانی

تازگی لاتے ہیں مرجھائی ہوئی کلیوں میں
گلشنِ اردو کے صیّاد قمرؔ سیوانی

بانٹتے پھرتے ہیں لفظوں کا ہنر ہر لمحہ
شہرِ سیواں کے ہیں جواد قمرؔ سیوانی

جھونپڑی ان کی عمارت میں نہ بدلی لیکن
کرتے ہیں کتنوں کو آباد قمرؔ سیوانی

مشعلِ راہ ہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے
عجز و اخلاص کے منّاد قمرؔ سیوانی

بخش دیتے ہیں شفا بگڑے ہوئے شعروں کو
زخمِ اشعار کے فصّاد قمرؔ سیوانی

فن کی راہوں میں کھڑے سخت پہاڑوں کے لیے
سخت جاں تیشۂ فرہاد قمرؔ سیوانی

میرے والد کی طرح مجھ پہ ہیں مشفق وہ سفیرؔ!
میرے رہبر، مِرے استاد قمرؔ سیوانی

دشتِ دل کا گلال ہیں شازیؔ
کس قدر باکمال ہیں شازیؔ

خوب سیرت ہیں، خوب صورت بھی
رشکِ حسن و جمال ہیں شازیؔ

ان کے ہر شعر میں فصاحت ہے
شاعرہ بے مثال ہیں شازیؔ

صرف الفت جواب ہے جس کا
ایسا پیارا سوال ہیں شازیؔ

نارسائی کے کرب کی لوگو!
ایک زندہ مثال ہیں شازیؔ

صفحۂ ذہن پر محبت کا
اک ابھرتا خیال ہیں شازیؔ

فخر کر اے سفیرؔ! قسمت پر
تیرے دل کا ہلال ہیں شازیؔ

متفرقات

منزل کی سمت بڑھتے ہوئے ہر گھڑی سفیرؔ
ناکامیوں کا خوف ستاتا رہا مجھے

وقت پر خود ہی جان جاؤگے
عشق رسوا ہے کیوں زمانے میں

یہ رزم گاہِ عشق میں دیکھا ہزار بار
دونوں فریق جیت کے بھی ہارتے رہے

سرورِ تشنگی کو عام کر ساقی! زمانے میں
یہ سیرابی تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اب

یہ دردِ عشق حد سے بہت آگے بڑھ گیا
ہنستا ہوں میں تو دل سے نکلتی ہے آہ اب

الگ نشہ جو تِری مے میں نہ ہوتا ساقی!
جنابِ شیخ تِرے پاس نہ آیا کرتے

یہ عجیب سا تبسم، یہ ادائے بے نیازی
اسی کم سنی میں کیسا تجھے روگ لگ گیا ہے

بس بھی کر اب نہ کوئی خوف دلا تو مجھ کو
عشق پاگل ہے اگر، میں بھی تو متوالا ہوں

سلگتی دھوپ ہوں یا شام کا موسم سہانا ہوں
نیا کوئی گلستاں ہوں کہ میں گلشن پرانا ہوں
ہمیشہ ذہن و دل میں جنگ کا ماحول رہتا ہے
میں اک زندہ حقیقت ہوں یا پھر کوئی فسانہ ہوں

فانوس کے حصار میں محصور کیوں رہوں
میں وہ دیا نہیں جسے طوفاں کا خوف ہو

سجا لیے تھے نگاہوں میں کچھ حسیں سپنے
بہے جو اشک تو ارماں کے رنگ لے کے بہے

وفا کی سیاہی سے لکھتا ہوں میں
مِری منفرد سب سے تحریر ہے

مخالفت ہے محبت کی، یہ سکوں تیرا
نہ کام آیا تو کس کام کا جنوں تیرا

دشمنی کیجیے اور عید مبارک کہیے
زخمِ دل دیجیے اور عید مبارک کہیے
اک نئی رسم چلی ہے ابھی دنیا میں سفیرؔ!
جان لے لیجیے اور عید مبارک کہیے

ہجر میں لپٹی ہوئی تنہائیوں کی سرد رات
شاخ سے ٹوٹے ہوئے پتوں کے جیسی زرد رات
خون کے آنسو رلاتی ہے کسی کی یاد میں
نیند سے روٹھی ہوئی آنکھوں کو یہ بے درد رات

راہِ جنوں پہ آبلہ پا چل پڑا سفیرؔ!
کانٹوں کو اپنے زخم کا مرہم کیے ہوئے

یہ آگ خرمنِ ہستی کو راکھ کردے گی
سفیرؔ! عشق کے جذبے سے دور ہی رہنا

شاعری میری مِری ذات کا قصہ ہے سفیرؔ!
لوگ کہتے ہیں تخیل تو انھیں کہنے دو

نہ ہم سے پوچھے یہ کوئی مسیحا
نگاہوں سے لہو بہتا ہے کیوں کر

تمھیں خبر بھی نہ ہوگی تباہ ہونے کی
بڑی خموشی سے اٹھتا ہے درد کا طوفاں

اتنا بھی نہ تڑپا کہ بھڑک جائیں یہ کلیاں
انجامِ مگس دیکھ کے ہیبت میں ہے صیاد

چلو لپیٹ لیں آنکھوں پہ جھوٹ کی چادر
حقیقتوں سے شناسائی ہی نہیں ہم کو

محبتوں کے درندوں کی یہ جفائیں سن
سسک رہی ہیں مِرے درد پر ہوائیں سن
خطا ہوئی چلو مانا، مگر ابھی میری
ندامتوں سے لرزتی ہوئی صدائیں سن

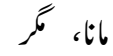

حصولِ عشق تماشا فقط خمار کا ہے
ہر ایک زخمی تِری چشمِ بادہ خوار کا ہے
صبا کی گود میں شامِ خیال پر مرنا
''تمام کھیل محبت میں انتظار کا ہے''

کیسے ہیں لوگ اس زمانے کے
چنتے ہیں اپنا رہنما اندھا

جان جانی تھی، گئی، عشق نہ چھوٹا ہم سے
وعدہ جھوٹا تھا ترا پھر بھی نہ ٹوٹا ہم سے
جاں بہ لب جس کے سرابوں نے کیا تھا ہم کو
چشمۂ اشک اسی دشت میں پھوٹا ہم سے

رنگ فق ہو گیا قرطاس کا غم کے مارے
میرے نقشے جو اتارے گئے کاغذ پہ سفیرؔ

درِ حضور سے ملتی ہے روشنی مجھ کو
جہانِ رنج میں فرحت کی زندگی مجھ کو
خودی کے اوج سے آگے بڑھائے دیتی ہے
خمارِ عشقِ محمد کی بےخودی مجھ کو

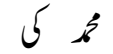

اس کو جب تک زباں نہیں ملتی
زندگی مسکراتی رہتی ہے

حکم چلتا ہے سب پہ بچپن کا
وہ بہت باوقار ہوتا ہے

Notes

سارے شکوے زندگی کے بھول جاتا ہے سفیرؔ
جب کسی بچے کے رخ پر دیکھ لیتا ہے ہنسی

سوزشیں بڑھ گئی ہیں حد سے سوا
شوق حدت سے مر گیا ہوگا

غموں کی فوج بڑھے یاس کی قیادت میں
سفیرؔ! زیست تماشہ نہیں تو پھر کیا ہے

بےحسو! آؤ قریب آ کے ذرا آنکھوں سے
میری آنکھوں میں مِرے غم کا تماشہ دیکھو

سفیرؔ! دیکھ تڑپ اٹھا کس طرح کاغذ
قلم کی نوک سے چھلکا جو اشک آنکھوں کا

میں برا ہوں مگر انوکھا ہوں
میرے جیسے ملا نہیں کرتے

ختم شد

POETRY

کوزۂ فکر

سفیر صدیقی

کوزۂ فکر

سفیر صدیقی

روتا ہے دل حیات کے افلاس پر سفیرؔ!
اک جان تنگ ہوگئی انفاس پر سفیرؔ!
اس کے ہر ایک گوشے کا تم لے لو جائزہ
بکھری ہے زندگی مری قرطاس پر سفیرؔ!

Kooza-e-Fikr (Poetry)
by 'Safeer' Siddiqui

arshia publications
arshiapublicationspvt@gmail.com
ISBN 978-93-81029-42-6
9 789381 029428
+91 9971-77-5969
www.arshiapublications.com
arshiapublicationspvt@gmail.com
A for Arshia Publications